ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

صفر المظفر : ۱۴۲۰ھ
جون : ۱۹۹۹ء

(۶)

یومِ تکبیر مبارک، مگر ...

ملائشیا کے ایک اسلامی بینک کا ڈھانچہ اور طریقِ کار

قاتل الکفار والمرتدین سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

انسانیت کی تذلیل

پنجاب سے لڑکیوں کا اغواء اور سندھ میں اُن کی خرید و فروخت

نجم سیٹھی اور خالد احمد دونوں قادیانی ہیں۔

مرزا قادیانی ایک خاندانی غدار

شوگر مل مالکان کی من مانی

اور کاشتکاروں پر ظلم کی کہانی

ترک سیکولرازم

دینی غیرت اور پاکستانی خواتین

مسلمانوں کے تین دشمن

مسلمانوں کے صرف تین دشمن ہیں۔
منکرینِ خدا۔ منکرینِ رسول۔ منکرینِ ازواج و اصحابِ رسول۔ یہ ہمارے کھلے دشمن ہیں اور ہماری ان کے خلاف کھلی جنگ ہے۔

جن لوگوں نے ہمارے گھروں میں نفرت و انتشار کی آگ بھڑکائی، مسلمانوں کو آپس میں لڑایا اور مسجدوں کو اکھاڑہ بنا دیا۔ زرخرید مولویوں کو ٹاؤٹ بنا کر ہمارے سروں پر مسلط کیا۔ بے ضمیر مفتیوں سے فتوے خرید کر قوم کے عقائد و اعمال تباہ کئے۔ زانیوں کو قرآن کی تفسیر کا حق دیا، منکرینِ حدیث کو شریعت کا شارح بنایا۔ اسلامی آئین کی تشریح کے لئے چوڑتے کو وزیر قانون بنایا، مرزائی کو وزیرِ خارجہ بنایا اور ملک کا امن برباد کیا۔
یہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن نہیں تو اور کیا ہیں؟

مجلس احرارِ اسلام کی کسی مسلمان فرقے کے خلاف کوئی جنگ نہیں دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی میرے بھائی ہیں۔ اختلاف اپنی جگہ لیکن یہ کفر و اسلام کا اختلاف نہیں۔

آج حکمرانوں کے ذریعے ہمارے عقائد و اخلاق، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، معیشت و اقتصاد غرض تمام احکام اسلام کا آپریشن کیا جا رہا ہے۔ اسلام کا نام لیکر، سیکولرازم، فاشزم اور انارکزم لایا جا رہا ہے۔ زنا اور شراب کو فروغ دیکر تہذیب و ثقافت کے نام پر بدمعاشی کو مہذب کیا جا رہا ہے۔ دشمن کی سازش یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں الجھا دیا جائے۔ دیوبندی، بریلوی سے لڑے۔ اہل حدیث، دیوبندی سے لڑے اور پھر دیوبندی ان دونوں سے لڑے۔ اور یہ تینوں مرزائیوں، دہریوں، سبائیوں اور یورپ کے لادین لفنگوں کے ہاتھوں پٹیں۔ امریکہ و روس کی سیاست کامیاب ہو اور مسلمان اسلام کی حکومت قائم نہ کر سکیں۔

یہ دین فراموشی کا ہی وبال ہے کہ اختیار و اقتدار ہوتے ہوئے بھی کسی مسلمان ملک کے حاکم میں یہ جرأت نہیں کہ وہ اعلان کر دے کہ میں ملک میں مکمل اسلامی نظام نافذ کر رہا ہوں۔ (۱)
آپ کسی بھی حکومت سے مطالبہ کیجئے کہ اسلام نافذ کرو تو جواب آئے گا ہم مجبور ہیں۔ ہم پر بیرونی دباؤ ہے۔ سیدھی بات کرو کہ امریکہ تمہارا اقتدار ختم کر دے گا۔
حکمرانو! اللہ کا قانون نافذ کر دو اور اللہ کا اقتدار تسلیم کر لو تو تمہارے اقتدار کی حفاظت اللہ خود کرے گا۔

اقتباسِ خطاب

جانشین امیر شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء وہاڑی

---

(۱) امیر المومنین ملا محمد عمر نے افغانستان میں مکمل اسلامی نظام نافذ کر کے جرأت و غیرت کی عظیم مثال قائم کر دی ہے۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd: M - No.32

جلد: ۱۰ ♦ شمارہ: ۶ | قیمت: ۱۵ روپے

صفر المظفر: ۱۴۲۰ھ + جون ۱۹۹۹ء

زرِ تعاون سالانہ:

اندرون ملک ۱۵۰ روپے،
بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی

مجلس ادارت

* زیرِسرپرستی: حضرت مولاناخواجہ خان محمدمدظلہ

* رئیس التحریر: سید عطاءالمحسن بخاری

* مدیرمسئول: سیدمحمدکفیل بخاری

رفقاء فکر

ابنِ امیرشریعت حضرت پیرجی

سیدعطاءالمہیمن بخاری مدظلہ

- پروفیسرخالدشبیر احمد
- سیدخالدمسعود گیلانی
- مولانا محمداسحٰق سلیمی
- مولانامحمدمغیرہ
- عبداللطیف خالدچیمہ
- محمدعمرفاروق
- ابوسفیان تائب
- ساغراقبالی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ✆: 061 - 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِاسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
شاعری:	نعت، سید کاشف گیلانی، سید حباب ترمذی، محمد ظہور الحق		٦
دین و دانش:	اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
" "	قاتل الکفار والمرتدین سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	مولانا محمد مغیرہ	۱۳
" "	قرآن کریم کی بعض سورتوں کے فضائل	مولانا عبدالواحد مخدوم	۱۷
افکار:	ترک سیکولرازم (دینی غیرت اور پاکستانی خواتین)	محمد عمر فاروق	۲۱
" "	نظریاتی استحکام کی ضرورت	محمد عمر فاروق	۲۴
حسنِ انتخاب:	ملائیشیا کے ایک اسلامی بینک کا ڈھانچہ اور طریق کار	ماخوذ	۲٦
تراشے:	نجم سیٹھی اور خالد احمد قادیانی ہیں		۲۹
" "	فلم انڈسٹری اور مولانا محمد اکرم اعوان		۳۰
حالِ وطن:	شوگر مل مالکان کی من مانی اور کاشتکاروں پر ظلم کی کہانی	دیدہ ور	۳۱
" "	پنجاب میں لڑکیوں کا اغواء اور سندھ میں ان کی فروخت.... انسانیت کی تذلیل		۳۲
ردِ عمل:	بھٹو دور کے انجن چور وزیر ریلوے میاں عطاء اللہ کی ہفوات	شمس الاسلام بہاری	۳۳
" "	فرمایا میاں عطاء اللہ نے!	عبدالرشید ارشد	۳٦
یادِ رفتگاں:	بطلِ حریت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ	عبداللہ بٹ	۳۷
" "	مدبر احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ	امین الدین انصاری ۔ لاہور	۴۰
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۴۷
نوائے قلم:	مجلس احرار اسلام کا نیا دفتر	مولانا زاھد الراشدی	۴۸
ردِ قادیانیت:	مرزا قادیانی ایک خاندانی غدار	محمد طاہر رزاق	۵۱
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	خادم حسین	۵٦
دعاء صحت	امیر احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی علالت	ادارہ	۵۸
زبانِ خلق:	ایک فکر انگیز خط	(سید حباب ترمذی)	٦۰

دل کی بات

یوم تکبیر مبارک، مگر.......

۲۸ مئی کو ملک بھر میں یوم تکبیر منایا گیا۔ گزشتہ سال اسی تاریخ کو پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر کے قوم کا ایک دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر کیا تھا۔ یوں تو پاکستان میں نیوکلیئر پروگرام پر گزشتہ بیس برس سے تحقیقی کام ہو رہا تھا اور مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے حالات و وسائل کے مطابق ملکی دفاع کے اس اہم ترین شعبہ کی ترقی کے لیے کام کیا۔ بھٹو دورِ حکومت میں پاکستان کا ایٹمی پروگرام دنیا بھر میں موضوع سخن بنا۔ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے عہد میں نہایت خاموشی کے ساتھ بہت ساری کامیابیاں حاصل کی گئیں اور نواز شریف نے ان کامیابیوں کو سمیٹتے ہوئے پاکستان کو ایٹمی ممالک کی صف میں لاکھڑا کیا۔

پاکستان کا ایٹمی دھماکہ اس لئے بھی ناگزیر ہو گیا تھا کہ ہمسایہ ملک بھارت نے مسلسل ایٹمی دھماکے کر کے جنوبی ایشیاء میں پاکستان کے علاوہ دیگر ہمسایہ ممالک کی سلامتی کو خطرات سے دوچار کر دیا۔ پاکستان نے نہ صرف اپنا دفاع مضبوط کیا بلکہ دیگر ہمسایہ ممالک کی سلامتی کا بھی تحفظ کیا بلاشبہ ملکی دفاع و سلامتی کے استحکام پر پوری قوم مبارک باد کی مستحق ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ "یوم تکبیر" کے موقع پر وزیر اعظم نواز شریف شکرانہ کے طور پر پاکستان میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کرتے مگر ہوا کیا؟ سکولوں کے بچوں اور بچیوں کو سڑکوں پر لا کر ان سے "غوری آ گیا میدان میں، ہے جمالو" کے نعرے لگوائے گئے۔ نوجوانوں نے ناچ کیا۔ موسیقی کی دھنوں میں موذن کی پکار اور تکبیریں دب کر رہ گئیں۔ ڈرامے سٹیج ہوئے دینی اقدار اور دینی تہذیب کا جنازہ نکال دیا گیا۔ غوری اور شاہین تو آ گئے مگر "ہے جمالو" نہ گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ "قوت جمع کرو" اللہ کے دشمنوں پر دھاک بٹھانے کے لیے"۔

یعنی تمام دفاعی قوت اور اسباب جمع کرو مگر اس کا مقصد دین کی سر بلندی اور اللہ کے دشمنوں کی شکست کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ یہ اسباب تو کفار و مشرکین کے پاس بھی موجود ہیں اور قرآن کریم ہی کے مطابق:

"وہ دنیا کی زندگی کے لیے سعی وجہد کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم صحیح کام کر رہے ہیں حالانکہ ان کے یہ تمام اعمال رائیگاں جائیں گے"۔ (سورہ کہف)

اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دفاعی قوت و شوکت عطاء فرمائی ہے تو پھر ہمیں اسے اللہ ہی کے لیے وقف کرنا ہو گا۔ ہمیں اپنے اور کفار و مشرکین کے مقاصد زندگی میں فرق اور تمیز قائم کرنا ہو گی۔ ورنہ یہ تمام اعمال اکارت جائیں گے اور آخرت میں ان کا کچھ نفع نہ ہو گا۔

افسوس ہے کہ موجودہ حکمرانوں کی سرپرستی میں "یوم تکبیر" کے شور و غل میں سود جاری ہے، بینکوں کی کروڑ پتی اور لاکھ پتی سکیمیں جوئے کے مہذب نام کے طور پر ملک میں چل رہی ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کیا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ حکومت کی سرپرستی میں بے غیرتی، بے پردگی، بے

حیائی اور فحاشی کو فروغ دے رہے ہیں۔ کیا "یوم تکبیر" کے یہی مقاصد ہیں جن کی تکمیل کے لیے حکومت کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے؟

جناب صدر مملکت اور جناب وزیر اعظم کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر ادا کرتے ہوئے قوم کے اصل دیرینہ خواب پاکستان میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کریں اور مادر پدر آزاد کلچر کا فروغ بند کریں۔

خود کشیاں:۔ گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں بھی خود کشی کے حادثات کثرت سے ہونے لگے ہیں۔ دو باتیں اس حوالے سے نہایت اہم ہیں۔

(۱) لوگ اپنے حکمرانوں سے اس قدر تنگ اور پریشان ہیں کہ اب جینا ہی نہیں چاہتے۔ خود سوزی اور خود کشی کرنے والے بد قسمت افراد کی جیبوں سے برآمد ہونے والے رقعے اس پر شاہد عدل ہیں۔ جاگیردار، مل مالک، صنعت کار، انتظامیہ، عدلیہ کسی سے بھی لوگ مطمئن نہیں۔ اور اب تو سرکاری افسران کے ماتحت ملازم بھی ان کو قتل کرنے لگے ہیں۔ حکومت لوگوں کے اندر پائی جانے والی مایوسی و اضطراب کو ختم کرے۔ خصوصاً عوام کے معاشی مسائل کا پائدار حل نکالے۔

(۲) ہمارے نزدیک خود کشی کے واقعات و حادثات کا اصل سبب دین اسلام سے دوری اور اللہ سے قطع تعلق ہے۔ جب حکومتی سطح پر حرامی کلچر" کو فروغ دیا جائے گا تو دین کی بات کتنے لوگ سنیں گے اور کیونکر سنیں گے؟ مولوی بے چارے کی چیخ و پکار تو اب گنبد میں ہی تحلیل ہو کر رہ جاتی ہے۔ دین اسلام میں زندگی کو اللہ تعالیٰ کی امانت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں خیانت حرام ہے۔ مشکلات میں صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس سے مدد طلب کرنا ہی مؤمن کی شان ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور مدد طلب کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ انسان ہی اپنے رب کا ناشکرا ہے ورنہ اس کی مہربانیوں کا شمار ممکن ہی نہیں۔

اگر ذرائع ابلاغ سے زندگی کی اہمیت اور زندگی کے مقاصد کا دینی شعور بیدار کیا جائے اور مسلمانوں کو اللہ سے تعلق مضبوط کرنے کی مسلسل ترغیب دی جائے تو یقیناً اس عمل بد کی حوصلہ شکنی ہو گی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"زندگی روح کا لباس ہے۔ اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ اسے اجلا رکھے یا میلا کر دے"

خود کشی حرام موت ہے، حدیث شریف میں واضح طور پر آیا ہے کہ خود کشی کرنے والے کی مغفرت نہیں ہو گی۔ وہ جس تکلیف کے ساتھ دنیا سے جائے گا قیامت تک اسی تکلیف میں رہے گا۔ دنیا تو ہے ہی دکھوں کا گھر۔ بھلا یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ انسان دنیا کے عارضی گھر کے دکھوں سے نجات پا کر آخرت کے دائمی دکھوں کے گڑھے میں جا گرے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی سبق دیا ہے کہ دنیا کے دکھوں کو آخرت کی دائمی خوشیوں اور راحتوں کے لیے قبول کر لو۔

اس مسئلہ کے حل پر توجہ دینا حکومت کی اخلاقی اور اگر شریعت کو مانتی ہے تو شرعی ذمہ داری ہے۔

ترکی میں حجاب پر پابندی: گزشتہ دنوں ترک اسمبلی کی خاتون رکن "میرو کاواکی" کو سکارف پہننے کے جرم میں نہ صرف اسمبلی سے نکال دیا گیا بلکہ اس کی شہریت بھی ختم کر دی گئی۔ حجاب اسلامی شعائر میں سے ہے ترکی کے

صدر اور وزیر اعظم قابل مذمت ہیں جنہوں نے حجاب کی مخالفت کر کے کافرانہ تہذیب کی حمایت کی۔ ترکی۔ جو کبھی اسلامی خلافت کا مرکز اور محافظ تھا آجکل کمال اتاترک جیسے بے دین کی فکری باقیات کے نرغہ میں ہے۔ مگر یہ امر حوصلہ افزا ہے کہ وہاں کی اسلامی قوتیں زندہ ہیں جو اپنی تہذیب اور اپنے دین کی بقا کیلیے کوئی سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں۔ محترمہ "میروکاواکی" کی دینی استقامت قابل تحسین ہے جنہوں نے حجاب ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان کی بے پردنام نہاد مسلم خواتین کے لیے ان کی دینی غیرت وحمیت اور استقامت قابل تقلید ہے۔

اکیسویں سالانہ سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس:

۱۲ ربیع الاول کو مسجد احرار چناب نگر میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام سالانہ یک روزہ سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں حسب سابق مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنماؤں کے کفر شکن اور ایمان پرور بیانات ہوں گے۔

یہ اجتماع چناب نگر میں مسلمانوں کی قوت و شوکت کا مظہر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس اجتماع میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کرنی چاہیئے۔ قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمن سازشوں کو ناکام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس اجتماع کو شاندار طریقہ سے کامیاب کیا جائے۔

بعد از نماز ظہر حسب روایت سرخ پوش احرار عظیم الشان جلوس بھی نکالیں گے جس میں زعماء احرار خطاب کریں گے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری، اور مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے تمام احرار کارکنوں اور ماتحت مجالس احرار اسلام کو ہدایت جاری کی ہے کہ وہ کانفرنس میں شرکت کی تیاری شروع کر دیں زیادہ سے زیادہ تشہیر کریں اور اس عظیم اجتماع کو بہر صورت مثالی بنائیں۔ اشتہارات شائع کر کے تمام شاخوں کو ارسال کر دیئے گئے ہیں۔ کانفرنس کا آغاز ۱۲ ربیع الاول کو بعد نماز فجر درس قرآن کریم سے ہوگا اور بعد از ظہر جلوس کے ساتھ اختتام ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

شیخ عبدالعزیز بن باز کی رحلت

سعودی عرب کے مفتی اعظم اور عالم اسلام کی عظیم دینی و علمی شخصیت سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ مئی ۱۹۹۹ء بروز جمعرات ریاض میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے عین شباب ۲۰ سال کی عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جس علمی بصیرت اور تفقہ فی الدین سے نوازا تھا وہ اس میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ انہوں نے جو علمی کام کیا وہ ان کے اخلاص وللّٰہیت پر شاہد عدل ہے اور یقیناً نجات اخروی کی ضمانت ہے۔ وہ موت العالِم موت العالَم کا صحیح مصداق تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جوار رحمت عطاء فرمائے۔ (آمین)

نعت

سید کاشف گیلانی

ہو جاؤں پی کے بادۂ عرفانِ مصطفیٰ — حلقہ بگوشِ محفلِ رندانِ مصطفیٰ
کافر ہے اس کے زیر و زبر پر ہے جس کو ریب — اللہ کا کلام ہے قرآنِ مصطفیٰ
اغواث بھی پہنچ نہ سکے اس مقام پر — فائز ہیں جس مقام پہ یارانِ مصطفیٰ
حدت سے جس کی کفر کے پتھر گئے پگھل — اللہ رے یہ گرمیٔ ایمانِ مصطفیٰ
جُزحبِ مصطفیٰ مرے پلے میں کچھ نہ تھا — جنت میں لے گیا مجھے فیضانِ مصطفیٰ
ان کے طفیل کرتا ہے اللہ در گزر — امت پہ کم نہیں ہے یہ احسانِ مصطفیٰ
عثمان کے وقار کو جس نے کیا بلند — دیکھی وہ تم نے بیعت رضوانِ مصطفیٰ
خالق خدا کی ذات ہے مخلوق ہیں حضور — دامن خدا کا پھر بھی ہے دامانِ مصطفیٰ
کس نے نکالا جہل کی ظلمت سے دہر کو — فیضانِ مصطفیٰ ہے وہ فیضانِ مصطفیٰ
کرتا ہے ان کی زمزمہ پیرائی رات دن
کاشف ہے تو بھی بُلبلِ بستانِ مصطفیٰ

سید حباب ترمذی

جب ساقیٔ کوثر کا لب پر تادیر مسلسل نام آیا — محسوس ہوا مجھ کو ایسا اک جام پیا اک جام آیا
آتی ہے صدا نے صل علی پھر ڈوب گئی خوشبو میں فضا — پھر وجد میں دونوں عالم ہیں یہ کس کا زباں پر نام آیا
عارض سے جہاں پر نور ہوئے زلفوں سے دماغ و دل مہکے — جب ماہ ربیع الاوّل میں وہ رونق صبح و شام آیا
کسریٰ کا تخت تباہ ہوا بت سر کے بل سجدوں میں گرے — پھر کفر کی تاریکی نہ رہی جب خورشیدِ اسلام آیا
مر مر کے یہاں تک پہنچا ہے دامن میں چھپا لیں آپ اسے
کہتے ہیں حبابِ آوارہ جس کو یہ وہی بدنام آیا

حرف محرمانہ

جو بات خلافِ قرآں ہو، وہ بات کبھی تسلیم نہ کر — کر دے جو خدا سے بیگانہ حاصل ایسی تعلیم نہ کر
ہو شرک کا لیکن جس پہ گماں مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر — لازم ہے بزرگوں کی عزت، ہے فرض پیمبر کی طاعت
اب شرع نبی میں بہرِ خدا تخفیف نہ کر، ترمیم نہ کر — اللہ کا دین مکمل ہے، اب اس میں اضافہ کیا معنیٰ؟
مومن ہے تو اپنی خواہش سے تحلیل نہ کر، تحریم نہ کر — فرمانِ خدا، ارشادِ نبی، کافی ہے عمل کرنے کے لئے
گر دولتِ دیں ہاتھ آ جائے پھر خواہشِ ہفت اقلیم نہ کر — دنیا تو ہر اک کو دیتے ہیں، عقبیٰ ہے فقط مومن کے لئے
کوئی بھی ظہور! اللہ کے سوا معبود نہیں، مسجود نہیں
تو جنس عبادت بندوں میں اور خالق میں تقسیم نہ کر

مولانا سیدابوالحسن علی ندوی

اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے

عالم اسلام کے عظیم مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک تقریر جو ہمارے دینی مدارس، دینی طلباء، مدرسین، دینی جماعتوں کے سربراہوں اور کارکنوں، مختلف دینی اداروں اور علماء کے لئے یکساں فکر انگیز ہے۔ خاص طور پر ان دینی جماعتوں کے لئے نہایت اہم ہے جن کے سربراہ زمانہ سے متاثر ہو کر اسلام کی اصل کو مسخ کرنے کی سعی مذموم کر رہے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر جمہوریت جیسے کافرانہ و مشرکانہ نظام ریاست و سیاست کی اسلام میں پیوند کاری کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الحمدلله رب العالمين و الصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا و نبينا محمد و علىٰ آله و صحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، و بعد! فاعوذ باالله من الشيطن الرجيم،

بسم الله الرحمن الرحيم

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورة توبه، ع ۱۵)

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت پڑھی ہے، اگر میرا قرآن شریف کے ایک طالب علم کی حیثیت سے، ایک عربی داں، ایک مطالعہ کرنے والے کی حیثیت سے امتحان لیا جائے کہ یہ بتایئے کہ جن کی دنیا میں شہرت اور عزت پھیلے، جن کی اہمیت بلند آواز سے، اور بڑی فصاحت و بلاغت سے واضح کی جاتی ہے، اور جن کے لئے بڑی بڑی جانفشانیاں کی جاتی ہیں، اور ان کو دین اور اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سی ایسی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی کتاب میں مشکل سے نہیں ملتیں۔ یہ بتایئے کہ کس چیز کی بڑی اہمیت ہے دین کی نگاہ میں، اور دین والوں، اور علماء اور دانشوروں کی نگاہوں میں۔ اور مورخوں اور ناقدین نے بھی اس کو بہت بڑا حق دیا ہے قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر ہے، تو میں کہوں گا کہ ہاں اس آیت میں ان کا ذکر ہے، اگر آپ غور کریں، ایسی بہت سی حقیقتیں ہیں جن پر غور کرنے کی نوبت نہیں آتی، روزمرہ کی زندگی میں بھی، اور ان مدارس میں بھی بعض چیزیں ایسی بدیہی سمجھ لی جاتی ہیں اور حقیقت روزمرہ کی سمجھ لی جاتی ہیں، جن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، اور آدمی کو غور کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال ہی نہ پیدا ہوا ہو، اس میں صاف مدارس کے نام لئے بغیر اس لئے کہ نام لینے میں، الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مدارس ہی کو لیجیے، کسی کو معابد، کسی کو مراکز، کسی کو جامعات کہا جاتا ہے، مختلف اداروں میں، مختلف الفاظ میں، لیکن جو مدارس کی خصوصیت اور مقصد ہے، اور اس کی افادیت ہے، وہ اس آیت میں بیان کر دی گئی ہے، یہ وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو خالق فطرت اور خالق کائنات ہے، اور وہ انسان کی کمزوریوں اور ضرورتوں سے بھی واقف ہے، عالم الغیب ہے، وہ اپنے ان تمام صفات کے ساتھ جس طرح اس آیت میں اشارہ کیا ہے، ایسے مراکز جہاں دین کا گہرا علم حاصل کیا جائے، دین کا عمیق اور وسیع آفاقی علم حاصل کیا جائے، جو ہر زمانہ میں کام دے سکے، اس آیت میں اگرچہ مدارس کا نام نہیں لیا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند

تھی ... اس آیت میں بالکل مدارس کی تصویر آ گئی ہے، اور مدارس کی ضرورت اور افادیت بھی آ گئی، اور اس میں مدارس کا فرض بھی بیان کر دیا گیا، فرماتا ہے کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اہل ایمان سب کے سب گھروں سے نکل جائیں، اور زندگی کی ضروریات سے بالکل آنکھیں بند کر لیں، یہ تو ہونے والی اور ممکن العمل بات نہیں، پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے تیار ہو جائے، تاکہ وہ دین میں فقہی سمجھ حاصل کریں، عربی زبان میں سمجھنے کے لئے جو دوں لفظ ہو سکتے ہیں، فہم، معرفت، علم، تعقل کا لفظ بھی ہے، لیکن تفقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے، اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کریں، دین کے ذخیرہ سے پر پورے طور پر حاوی ہو جائیں، زمانے کی ضرورت کو سمجھ سکیں، اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکیں۔

ایک بات یاد رکھئے کہ یہ دین تو دائمی ہے، زمانہ بدلنے والا ہے، جو ظرف ہے اور ظرف بدلتا رہتا ہے، لیکن دین کی حقیقت، دین کا مطالعہ دین کی بنیادی باتیں نہیں بدلتیں، تو نہ بدلنے والا دین ہے اور اس کا بدلنے والے زمانہ کے درمیان رشتہ پیدا کرنا، پیوند لگانا یہ معمولی کام نہیں ہے۔

"دین کی اصلیت اور حقیقت، دین کے واجبات و فرائض، دین کے صحیح حقائق اور مطالبات میں تو ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے، لیکن وہ دین زمانہ کا ساتھ دے سکے، زمانہ کی رہنمائی کر سکے، زمانہ کتنا ہی بدل جائے، تمدن کتنا ہی وسیع ہو جائے، مختلف علوم کی کتنی ہی ترقیاں ہو جائیں، انسان ہواؤں میں اڑنے لگے، اور پانی پر چلنے لگے، اور زمانہ لاکھوں میل کے حساب سے آگے بڑھ جائے، ذہنی، فکری، عقلی طور پر وہ ثابت کر سکتا ہے کہ دین اس زمانے میں رہنمائی کر سکتا ہے، آج بھی وہ تمام مسائل و ضروریات، یہاں تک کہ زمانہ کے معموں اور پہیلیوں کو بجھا سکتا ہے، زمانے کے ساتھ چلنے ہی نہیں بلکہ قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور زمانہ کو بے راہ روی اور نسل انسانی کو اپنی خود کشی سے بچا بھی سکتا ہے، وہ اپنی جگہ اپنے تعلیم اور حقائق میں ابدی ہے، زمانہ کتنا ہی ترقی کر جائے اس میں فرسودگی اور قدامت پیدا نہیں ہو سکتی، آوٹ آف ڈیٹ جسے کہتے ہیں، دین آوٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ زمانہ بدلنے والا ہے یہ اس کی تعریف ہے برائی نہیں ہے، زمانہ کہتے ہی اسے ہیں جو بدل سکے، اور وہ تو ایک پرانی عمارت ہے یا ایسی چیز ہے جس میں زندگی نہیں، زندگی کے ساتھ تغیر و تبدل بھی لگا ہوا ہے، نمود و ارتقاء بھی لگا ہوا ہے، نئے نئے تجربے بھی لگے ہوئے ہیں، زمانہ تو بدلے گا اور بدلنا چاہیے، لیکن دین زمانہ کی طرح بدلتا بھی نہیں اور زمانہ سے پیچھے بھی نہیں رہ جاتا۔

یہ کام بڑا نازک اور بڑا اہم ہے، اور یہ بات بھی تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے اور انصاف پسند لوگوں نے اس کا اعتراف کیا ہے، ہندوستان کے بےلاگ مصنفوں نے اس کا اعتراف کیا ہے، ہمارے ملک کے مذاہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکے اور صدیاں ایسی گذر گئیں جن میں خلا رہا، کوئی ایسا آدمی پیدا نہیں ہوا جو زمانہ کا دین سے رشتہ جوڑ سکے، اور زمانہ کو دین کا تابع بنا سکے اور زمانے کو دین کا قائل بنا سکے، اور زمانے میں خلا نہ پیدا ہونے دے، اس سلسلہ میں میں نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کے پہلے حصہ کے مقدمہ میں صاف صاف ان مغربی فضلاء ہندوستانی مؤرخین کی کتابوں کے صفحے کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ صدیاں گذر گئیں اور ہمارے یہاں کوئی ایسا ریفارمر پیدا نہیں ہوا، کوئی مجدد پیدا نہیں ہوا جو اس دین کو ضرورت کے تابع کر سکے، اور جو اس میں رخنہ پیدا ہو گیا ہے، اس کو بھر سکے۔ اور انہوں نے یہ بات بڑی دیانت داری اور جرات کے ساتھ کہی ہے، میں تاریخی ذوق رکھنے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں، یہ دو خصوصیتیں ایک تو یہ کہ دین کوئی فرسودہ چیز، کوئی زمانہ قدیم کی یادگار نہیں بلکہ زمانے کی رہنمائی کرنے والا اور صحیح راستہ پر چلانے والا، اور افراط و تفریط اور اس میں مبالغہ جو پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خلا نہیں ہونے پایا، مجھے معاف کیا جائے، میں مجبوراً اپنی کتاب کا نام لیتا ہوں، تاریخ دعوت و

عزیمت کی پانچ جلدیں ہیں، اس میں میں نے یہ دکھایا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ صاحب کے زمانہ تک کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا، کسی ملک میں ایسا نہیں ہوا کہ وہاں ایک خلا محسوس ہوا ہو، ایک برائی پیدا ہوئی ہو، اس کو کوئی برائی کہنے والا نہیں، اور ضرورت کی تکمیل کرنے والا اور دعوت دینے والا پیدا نہ ہوا ہو، کوئی تحریف ہوئی ہو اس کی تردید کرنے والا، اور سازش ہوئی ہو، اور اس کی قلعی کھولنے والا اور طشت ازبام کرنے والا پیدا نہ ہوا ہو، میں نے تسلسل کے ساتھ بتایا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا پیدا ہوا، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے، آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں قیامت تک اس امت میں وہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے: "ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین، وتاویل الجاھلین"۔ یہ الفاظ بالکل معجزانہ ہیں، اگر آپ گمراہیوں کو، جو ان امتوں کو پیش آتی ہیں، سلطنتوں اور نظامہائے حکومتوں کو پیش آتی ہیں، اس کے لئے جو چیزیں چیلنج کرنے والی ہیں اور خطرناک ہیں، اور ان تینوں میں سے کسی عنوان میں داخل کر سکتے ہیں، جو غلو پسند لوگوں کی تحریف کو دور کر سکیں، اور جو لوگ خواہ مخواہ ادعاء کرتے ہیں، ان کی وہ قلعی کھولتے رہیں گے، اور جو لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی عزت رکھنے کے لئے اور اپنی ذہانت ظاہر کرنے کے لئے تاویل کرتے ہیں، اب آپ اسلامی تاریخ کو شروع سے لے کر اب تک دیکھیں، کسی زمانہ میں جو فتنہ پیدا ہوا، کسی میں امام حسن بصریؒ پیدا ہوئے یا، کسی میں امام احمد بن حنبل کو پیدا کیا، امام ابوالحسن اشعری اور امام غزالی کو پیدا کیا، اس کے بعد سوسائٹی میں کچھ کمزوریاں پیدا ہوئیں، کچھ تجارت اور کمائی کے سلسلہ میں، تعلقات کے سلسلے میں جب ذرا اصولوں سے، اسلام کے معیار اور اسلام کی تعلیمات سے لوگ ہٹنے لگے تو ابن الجوزی کو پیدا کیا، اور ایمان میں کمزوریاں پیدا ہونے لگیں تو ابن تیمیہ کو پیدا کیا، جب لوگ خدا کو سلطنتوں کے اثر سے، عہدوں کی لالچ میں اور اپنی انسانی کمزوریوں کو دبا کر بھولنے اور بھلانے لگے اور ملک پرستی میں لگ گئے، تو امام وقت، مصلح اور داعی پیدا کیا، جن کی وجہ سے لوگوں نے کہا ہے کہ ہزاروں ہزار اس زمانہ میں جو جرائم پیشہ لوگ تھے، وہ تائب ہوئے۔ بعض لوگوں پر اثر پڑتا تھا وہ تاب نہیں لا سکتے تھے وہ جان دے دیتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ صرف بغداد ہی نہیں بلکہ براعظم افریقہ تک، جنوب ایشیا تک اس کے اثرات پیدا ہوئے، ہندوستان میں آئے، تاریخ شاہد ہے کہ مجدد الف ثانی جن کو اقبال کہتے ہیں

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مجدد الف ثانی پیدا ہوئے، جب ہندوستان کا رخ پھیرا جانے لگا، دانشوروں نے یہ پٹی پڑھائی، کہ ہر مذہب کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے، قریب تھا کہ ہندوستان کا رشتہ اسلام سے ٹوٹ جائے اور مسلمان بالکل آزاد ہو جائیں، اکبر نے پادریوں کو بلوایا، مناظرہ کروایا، ان کی باتیں سنیں اور مذاہب کے پیشواؤں کو بھی موقع دیا، اور ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی ایک علمی اضطراب میں، ایک ذہنی تضاد اور پریشانی میں مبتلا ہو گئی۔ اس وقت مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی، پھر اس کے بعد ایک وقت آیا، اسلامی علوم، خاص طور پر قرآن و حدیث کی تعلیم کم ہو گئی، اور

عوام کا تعلق ان سے ٹوٹنے لگا۔ اس وقت شاہ ولی اللہ صاحب کو پیدا کیا۔ اس کے بعد ان کے اخلاف سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید وغیرہ پیدا ہوئے، آپ کو معلوم ہوگا لوگوں نے احتیاط کے ساتھ کہا ہے کہ کم از کم تیس لاکھ افراد ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے، اور غازی پور بھی تشریف لائے اور ان کے ساتھ یہاں بھی ایسا تعلق پیدا ہوا کہ جان دینے کے لئے تیار ہوئے اور یہاں بہت مخلص لوگ پیدا ہوئے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ کسی مذہب کے لئے دو چیزیں بہت ضروری ہیں، ایک چیز یہ ہے کہ وہ اپنی اصلیت پر قائم رہے، اس کی اور یجنلٹی نہ جائے اور اصلیت سے دست بردار نہ ہونا پڑے۔

ابھی حال ہی میں ایک کتاب آئی ہے اس میں بتایا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی نہیں ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کے ساٹھ برس کے بعد سینٹ پال کے زمانہ سے اب تک کی تحقیق یہ ہے کہ رومن امپائر نے اس کو ایجنٹ بنایا تھا کہ اس میں رومن میتھالوجی داخل کر کے اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ چونکہ عیسائیت ایک طاقت کی طرح ابھر رہی تھی اور رومن امپائر اس سے ڈر رہا تھا، ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یہ وسیع اور طاقتور مذہب بن گیا تو رومن اس پر اس طرح حکومت نہیں کر سکتے، یہ ایک بہت گہری سازش تھی کہ عیسائیت کے نام سے، عیسائی بنوا کر عیسائی مذہب اور قوم میں داخل کر دیا۔ اس کا اس طرح تعارف کرایا اور عزت دی کہ گویا وہ عیسائیت کا ترجمان بن جائے۔ چنانچہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی نہیں ہے، بلکہ سینٹ پال کی لائی ہوئی عیسائیت ہے۔ اور میں دوسرے مذاہب کے متعلق نہیں کہہ سکتا، وقت بھی نہیں ہے مثلاً "بودھسٹ" ہے ایک سوشل یونیفارم کے طور پر اور مذہب میں جو افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی اس کو دور کرنے کے لئے پیدا ہوئی، جیسا کہ ہمارے ہندوستان کے بہت سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ وہ چیزیں باہر سے آ گئیں جن کو گوتم بدھ مٹانا چاہتے تھے، اور بت پرستی بھی آ گئی میں نے خود دیکھا ہے۔ لاہور اور پشاور کے درمیان ایک شہر ہے وہاں اتفاق سے ایک ذمہ دار ہمارے اضلاع کے تھے، ہم پشاور جا رہے تھے تو انہوں نے وہ میوزیم دکھایا۔ اتنے مجسمے گوتم بدھ کے تھے کہ آدمی کو متلی آنے لگے کہ کوئی حد ہے! اور یاد رکھیے بعض زبان دانوں نے کہا ہے کہ اردو اور فارسی میں بت کا جو لفظ آیا ہے، وہ بدھ کا بگڑا ہوا لفظ ہے، یعنی بدھسٹ میں اتنی بت پرستی آ گئی تھی کہ بودھ کے بجائے بت کہہ دینا کافی تھا، تو مذاہب کی تاریخ میں آپ کو بہت سے ایسے خدا ملیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو وقت پر کوئی ایسا آدمی اس میں جان ڈالنے والا اور پیغمبر یا تعلیم دینے والا جو اس کی تعلیم کے مطابق بنائے، بالکل اس کو وہاں پر کھڑا کر دے جہاں اس نے چھوڑا تھا، لیکن یہ بات نہیں ہوئی، یہ بات ایک تاریخی حقیقت کے طور پر، ایک انسانی فطرت کے طور پر کہ انسان جدت پسند ہے، اور وہ زمانہ سے متاثر ہوتا ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مدارس کے جو خاص کام ہیں، اور مدارس کے علم برداروں نے، مدارس تو عمارتوں کا نام ہے، لیکن جو انسانی مدارس تھے یعنی انسانی شکل میں جو مدارس اور معلم تھے اور تعلیم گاہیں تھیں۔ ان لوگوں نے دو کام کئے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اسلام کو اس شکل پر لے آئے، جس شکل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا، اور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جس شکل میں تھا۔ اور یہ تاریخ بتاتی ہے کہ بڑی کامیابی ہوئی اور بعض بعض بدعات اور نئی نئی چیزیں ایسی مٹیں کہ اس کا تاریخ کے ذریعہ سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کیا تھے اور اب کیا ہوئے، وہ ایک تاریخی داستان کے طور پر رہ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کو جس رہنمائی کی ضرورت تھی وہ رہنمائی ملی، اجتہاد یعنی زمانہ کے جو نئے مسائل ہیں ان کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا جائے، اور خالص دین کی تعلیم اور دین کے اصول کے ماتحت ان کو منطبق کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ زمانہ کی تبدیلی میں خلا معلوم ہوتا ہے اسی خلا کو دور کیا جائے اور اس کو بتایا جائے کہ اسلام کی تعلیم فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، اور یہاں تک جایا جا سکتا ہے، اور پھر اس سے

بچنے کی ضرورت ہے، اجتہاد کا کام مسلسل ہوتا رہا اور علماء نے اس میں اتنا احتیاط کیا، اس کو بھی میں ایک نکتہ کے طور پر بتاؤں، علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ صرف تاتاریوں کے ابتدائی دور میں مسائل کا استنباط اور اجتہاد کا کام، اللہ نے محفوظ رکھا، تاتاریوں نے اثر چھوڑا اور وہ اثر ڈال کر مسائل نکلوائیں گے اور اس سے امت گمراہ ہوگی کہ اس پر عمل کرو، اس کو موقع نہ مل سکے کہ وہ اس سے استنباط کریں اور سیاسی فائدہ اٹھائیں، یہ دو کام ہیں جس کو صرف مدارس کے علماء کر سکتے ہیں، ماہرین علم وفن، ماہرین تفسیر و حدیث اور ماہرین فقہ و اصول فقہ اور ماہرین ادب و زبان کر سکتے ہیں، بلکہ ان سب کے جامع وہ یہ کہ مذہب اپنی اصل روح، اپنی اصلی حقیقت، اپنی اصلی طاقت اپنی اصلی تعلیم کے ساتھ باقی رہے، ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے، بادشاہوں کی طرف سے رشوتیں دی جائیں، چاہے دھمکیاں دی جائیں، اور چاہے خطرات پیدا ہوں، چاہے بڑے بڑے منافع اس کے سامنے ہوں، بالکل اس کی پرواہ نہ کریں، اس لئے کہ ایک نہیں دو نہیں، پچاس نہیں، سینکڑوں انسان ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ بادشاہ وقت نے چاہا کہ علماء کچھ بھی قبول کرلیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، یہاں تک احتیاط کیا، میں چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں۔

ابن طاؤس بیٹھے ہوئے تھے منصور خلیفہ کے پاس، خلیفہ کو کچھ لکھنا تھا کہا ذرا قلم اٹھا دیجئے۔ ان کا ہاتھ ہلا نہیں، انہوں نے کہا کہ میں قلم نہیں دے سکتا ہوں، کہا کیوں؟ جواب دیا کہ معلوم نہیں آپ کیا لکھیں، اور میں گناہگار ہوں۔ ایک نہیں سینکڑوں صفحات علماء کے تذکروں پر ملیں گے۔ انہوں نے ایک حرف کی تبدیلی بھی گوارہ نہیں کی، اور کہا کہ مسئلہ یوں ہی ہے اور رہے گا۔ قول حق کے خاطر اپنی جان اور خاندان کا خطرہ سمجھتے۔ نے بھی اور خودکشی کا خطرہ سمجھتے ہوئے بھی انہوں نے حق بات کہی، ان ہی کی بات مانی گئی، یہ دو چیزیں ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلام اپنی اصلیت پر ہے، اپنی اصلی تعلیمات پر رہے، اس میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ اور زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنا، زمانے کے تقاضے کی تکمیل کرنا، امت اور دین اور زمانے کے درمیان کوئی فرق یا تضاد یا خلا پیدا نہ ہونے دینا، اس لئے کہ جو دین اپنے زمانہ سے ٹوٹ جائے، زمانہ سے اس کا پیوند جدا ہو جائے اور زمانے والے کہنے لگیں اور زمانہ خود اپنے زبان حال سے کہنے لگے کہ یہ دین اب چلنے والا نہیں ہے، پھر وہ دین چلتا نہیں ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ یہ دین ابھی تک اپنی اصلی حالت ہی پر نہیں بلکہ اپنے ارکان اور عقائد کے ساتھ، عبادات کے ساتھ، طریقہ عبادت کے ساتھ موجود ہے، اس کی عیدین اسی طرح منائی جاتی ہیں جس طرح منائی جانی چاہیے، اس کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، ساری دنیا میں کفن دیا جاتا ہے، نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، عقیقہ اسی طریقہ سے ہوگا، ختنہ اسی طریقہ سے ہوگا۔ شادی اسی طریقہ سے ہوگی، ایجاب و قبول اسی طریقہ سے ہوگا، مہر باندھا جائے گا۔ طلاق کے لئے بھی احکام ہیں، یہ معمولی نہیں ہے، اس میں سب سے پہلے ہاتھ تو ان علماء ربانیین کا ہے، نائبین رسول کا ہے، اور پھر ان کے مرکزوں کا ہے جس میں مدارس عربیہ اور دینیہ ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنا، زمانے کے چیلنج کا مقابلہ کرنا، زمانہ کے تغیر سے متاثر نہ ہونا اور اس سے دین میں تحریف اور امت میں کوئی انحراف اور ضلالت پیدا نہ ہونے دینا۔ یہ دو چیزیں ہیں، ایسے دین کے لئے ضروری ہیں جس کو قیامت تک کے لئے بھیجا گیا ہے اور قیامت تک رہنا ہے۔ اور اس کے متعلق کہہ دیا گیا ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"

حدیث میں آتا ہے کہ ایک یہودی آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس، اس نے کہا امیر المومنین! ایک آیت آپ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں، اگر یہ آیت ہم یہودیوں کی کتاب میں آئی ہوتی تو ہم اس دن خوشی میں تہوار منایا کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی آیت ہے؟ الیوم اکملت لکم دینکم" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی تہوار کی ضرورت نہیں، یہ تو عرفہ کے دن، اور جمعہ کے دن نازل ہوئی، ہمارے یہاں عید کی ضرورت نہیں، یہ تو عید

سے بڑھ کر ہے، یہ دو عیدیں ہیں۔ عیدالاضحیٰ یہ تو بالکل سادے طریقے پر منائی جاتی ہے۔

حضرات! تو یہ ہے ہمارے مدارس کی افادیت، اس خصوصیت اور امتیاز کو اور خدا کی اس نعمت کو باقی رکھیں، ایک تو دین اپنی اصلی حالت میں ہو جو اللہ کے رسول لے کر آئے، اور خلفاء راشدین اور سابقین اولین، اور عمومی طور پر اس پر پوری امت چلتی رہی، تمام دنیا میں دین پر عمل ہوتا رہا، دوسری یہ کہ زمانے سے اس کو پیچھے نہ رہنے دیں، اور زمانہ کی وجہ سے نہ تو اس میں کوئی ایسی تبدیلی کریں کہ دین میں تبدیلی ہو، اور نہ بالکل زمانہ کی ضرورت کو نہ سمجھیں اور کان بند کرلیں کہ ہم کچھ نہیں سنتے، ایسا نہیں، بلکہ زمانہ کی تبدیلی کو دیکھیں اور اس کا جائزہ لیں، کہ کس حکم سے اس کا تضاد اور ٹکراؤ ہے، اور کتنی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثلاً دین میں وہ حکم موجود ہے، کتنی رخصت ہے، کتنی رعایت ہے، وہ رعایت بتا دیں، لیکن مسئلہ نہ بدلے گا، یہ چیز دین اور امت کی بقا کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہمارے اور آپ کے لئے سانس لینا ضروری ہے، اور ہمارے اور آپ کے لئے روح کا ہونا ضروری ہے، دین اپنی اصل پر بھی رہے اور زمانہ کی رہنمائی بھی کر سکے، اور زمانہ کا انتساب بھی کر سکے، اور زمانہ کے جائز تقاضوں کو سمجھ سکے، اور بقدر جواز جتنا اسلام اجازت دیتا ہے، ترمیم کرے اور اس کی رعایت کرے، اس کے لئے مدارس ہیں، جو تفقہ اور رسوخ فی الدین اور اجتہاد کی صلاحیت بھی پیدا کرتے ہیں اور ان کے اندر دین کی حمیت بھی ہے اور دین کی حفاظت کا جذبہ بھی ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ نسل انسانی کو بھی سمجھتے ہیں اور زمانہ کا مطالعہ بھی کرتے رہتے ہیں اور وہ زمانہ کے جائز تقاضوں کو بھی سمجھتے ہیں، اس حد تک کہ شریعت میں اس کی رعایت کی گنجائش ہے، اسی کا نام تفقہ ہے اور اس سے بڑھ کر اجتہاد ہے. اور اسی کا نام صحیح رہنمائی ہے، ہمارے مدارس دین کا مرکز ہیں، اس لئے ان کا قائم رکھنا، ان کی حفاظت فرض ہے، دین کی حفاظت تو اللہ کے ذمہ ہے.

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون.

لیکن ہمارے ذمہ بھی کچھ کیا ہے. اسی کے ہمیں احکام دیئے گئے، دین کی تبلیغ کرو، حالات کا مقابلہ کرو، یہ مدارس کا قیام اور بقا اور ان کی ترقی اور مدارس سے محبت اور ان کی سرپرستی دین کا ایک تقاضا ہے، اور دینی غیرت کا تقاضا ہے، اور دین سے محبت کا تقاضا ہے، دین سے محبت اور بقاء کے جذبہ کا تقاضا ہے، ان ہی کی اصل قیمت ہے اور افادیت ہے اور یہی ان کی اصل ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

نرخنامہ اشتہارات نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ——— =/۲۰۰۰ روپے
ٹائیٹل کا دوسرا اور تیسرا صفحہ ——— =/۱۵۰۰ روپے
عام صفحہ (سالم) ——— =/۱۰۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۲) ——— =/۵۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۴) ——— =/۳۰۰ روپے

مستقل معاونین کے لئے خصوصی رعایت

سرکولیشن منیجر ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان

مولانا محمد مغیرہ (جامع مسجد احرار چناب نگر)

قاتل المشرکین والمرتدین ، محبوب رسول

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انبیاء علیہم اسلام کا انتخاب، انتخاب خداوندی ہے ایسے ہی ہمارے آقا حضرت محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کا انتخاب بھی انتخاب خداوندی ہے جن کو منتخب کر کے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کے دلوں میں ایمان کو مزین کیا۔ ایسی شخصیات اس قابل ہیں کہ ان سے محبت کی جائے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کی انتہاء کر دی جو امت کے تمام افراد کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

ویسے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر صحابی سے بہت پیار و محبت تھی۔ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ ہوں یا معاویہ رضی اللہ عنہ یا یزید بن ابی سفیان، طلحہ و زبیر ہوں یا مروان بن حکم اور وحشی بن حرب جس صحابی کا تذکرہ کیا جائے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سے خصوصی تعلق تھا عمومی طور پر کسی سے پیار اس کے حسن کی وجہ سے کیا جاتا ہے یا کسی بڑے آدمی سے کسی نسبت کی وجہ سے کیا جاتا ہے مگر ہمارے آقا حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے پیار و محبت اس سے ماوریٰ ہے دیکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ رضی اللہ عنہ سے پیار کر رہے ہیں جبکہ اسامہ رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور والدہ محترمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ایک آزاد شدہ خاتون ہیں۔ خاندانی اعزاز ہے نہ دنیا داری میں ممتاز اور نہ ہی شکل و صورت میں حسن و جمال ہے مگر آپ کو اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی پیار ہے جیسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے ہے۔

کتب سیر گواہ ہیں اور خود سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں چھوٹا بچہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ران پر مجھے جبکہ دوسری ران پر سیدنا حسن کو بٹھاتے اور پیار کے ساتھ ہم دونوں کو سینے سے لگاتے اور پھر یوں بارگاہ الہیٰ میں دعاء فرماتے۔ ''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت فرما''۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دفعہ اسامہ رضی اللہ عنہ دروازے کی چوکھٹ سے پھسل کر گر پڑے جس سے ان کا چہرہ زخمی ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اس کے چہرہ سے مٹی دور کر دو میں نے کچھ گریز کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرہ کو صاف کر دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر اسامہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے اور غالباً کسی کام کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کر ادھر اُدھر ہو گئے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی کو کچھ موخر کر دیا اور انتظار کرتے رہے بالآخر جب اسامہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے وہاں سے اس وقت چلنے کا قصد فرمایا جس پر بعض ناپختہ طبائع کے لوگوں نے جن کا تعلق یمن کے ان افراد سے تھا جو ابھی ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے (شکل و صورت کو دیکھ کر کہ ناک چپٹی ہے رنگ کالا ہے) کہنے لگے ہم اس کالے کلوٹے کیوجہ سے اب تک روک رکھے گئے؟

ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہ دربار کسی عام حاکم کا نہیں بلکہ رحمۃ للعلمین کا دربار ہے جن کے ہاں شکل و صورت کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ ایمان کی دولت ہی کافی ہے جو انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے اور اس سے بھی واقف نہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسامہ رضی اللہ عنہ سے کتنا پیار ہے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلہ (جوڑا) تقریباً تین سو دینار کا خرید ا جس کو پہن کر خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور پھر اتار کر اسامہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد پیار تھا یہی وجہ ہے کہ تقسیم وظائف میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہوئے اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ زیادہ مقرر کر دیا جس پر آپ کے بیٹے نے بجا طور اعتراض کیا کہ اباجی کیا وجہ ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ میرے سے زیادہ مقرر کر دیا گیا ہے جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ پیار و محبت کرتے تھے۔

اکثر بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ رضی اللہ عنہ کو سواری پر اپنے ساتھ بٹھا لیتے تھے فتح مکہ اور حجتہ الوداع کے موقع پر بھی اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ سواری پر سوار تھے۔

اس کائنات میں بڑے بڑے حاکم بڑے بڑے اچھے اخلاق والے گذرے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی خوبیوں والے انسان کا کائنات میں کہیں اتہ پتہ نہیں ملتا جس دربار سے لاکھوں افراد نے عزت و قدر پائی اسی دربار سے ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کو عزت و وقار مل رہا ہے تو اسی دربار سے بلال رضی اللہ عنہ کی قدر دانی ہو رہی ہے ایک طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عزت مل رہی ہے تو دوسری طرف عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو عزت کی بلندیوں پر پہنچایا جا رہا ہے جو بھی اس دربار میں ایک لمحہ کے لیے دربار کی شرائط پر پورا اتر کے آیا اس نے ہی دربار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام پا لیا۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لجپال ذات تھی آپ نے کبھی کسی کی محبت کو نہیں ٹھکرایا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قدر پیار کرنے کی کئی وجوہ ہیں مگر نمایاں یہ بھی ہے کہ وہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے جو بکتے بکتے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور پھر آپ کے ہی ہو کر رہ گئے سب سے پہلے جنہوں نے اسلام قبول کیا ان میں زید کا نام بھی شامل ہے۔

ان کو حضور کے منہ بولے بیٹے کا شرف بھی حاصل ہے جس کا عرب میں رواج تھا مگر قرآن نے اس رسم کو ختم کر دیا جس کے بعد اپنے حقیقی باپ کی نسبت سے یاد کئے جاتے رہے۔

زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پیار تھا جس کی مثل تاریخ میں نہیں ملتی جس کا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے جس کو ترمذی شریف میں بروایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کیا گیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ زید بن حارثہ علیہ السلام مدینے پہنچے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر تشریف فرما تھے۔ زید رضی اللہ عنہ آئے دستک دی تو آپ بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس وقت آپ پورے کپڑوں میں موجود نہ تھے زید رضی اللہ عنہ کے پاس جانے میں اتنی جلدی کی کہ چادر جسم سے گری جا رہی تھی بڑھ کر زید رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا معانقہ فرمایا اور بوسہ دیا سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پہلی دفعہ دیکھا اور اس کے بعد کبھی آپ کو یوں دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت و پیار ہی کی وجہ سے آپ نے اپنے والد سے ورثہ میں ملی ہوئی لونڈی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تھا محترمہ ام ایمن رضی اللہ عنہ کا نکاح زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا جس سے اسامہ رضی اللہ عنہ متولد ہوئے۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں جوان ہوئے اس لیے ان کا دل بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و شفقت و عنایت سے لبریز تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہ بن زید مجھے سب سے زیادہ

محبوب ہے اور مجھے امید ہے وہ تمہارے صالحین میں سے ہونگے اس لیے اس کی نسبت بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ جس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اسامہ رضی اللہ عنہ زندگی کی چودہ بہاریں دیکھ چکے تھے باپ کی وفات سے تین سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ کا جھنڈا دیکر ایک لشکر کا سپہ سالار بنادیا جس میں بطور سپاہی سیدنا ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم بھی تھے اس لشکر کو ۲۶ صفر المظفر ۱۱ ہجری اتوار کو رومیوں کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری لشکر تھا جسے تاریخ کے اوراق لشکر اسامہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

بدھ کے دن سے آپ کی طبیعت مبارک ناساز ہونا شروع گئی تاہم باوجود ناساز طبع جمعرات کو آپ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر اسامہ کو دیا جسے لیکر اسامہ رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد مدینہ کے کچھ فاصلہ پر واقع مقام جرح میں مجاہدین کو جمع کرنا شروع کیا۔ سرعت کے ساتھ ... و انصار صحابہ جمع ہونا شروع ہو گئے جبکہ آپ کی طبیعت مبارک روز بروز ناساز ہوتی چلی گئی جس کے باعث حضرت عباس و ... علی رضی اللہ عنہما سپہ سالار سے اجازت لے کر تیمارداری کی غرض سے واپس مدینہ آگئے اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ بھی اجازت لے کر آپ کی تیمار داری کے لئے حاضر ہوتے رہے اور آپ کی طبیعت کے ناساز ہونے کے باعث پر رکا رہا سوموار کو صبح جب آپ کی طبیعت کچھ ساز گار ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ جس کی خبر پاتے ہی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ کرنے کا قصد کیا۔ روانگی کی تیاری ابھی ابتدائی مراحل میں تھی کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آدمی بھیج کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھیجی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نزع میں ہیں کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر بھی پہنچ گئی جس کے باعث تمام مجاہدین واپس مدینہ لوٹ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتقال پر ملال کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ وسلم کے جانشین مقرر ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے امور خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلے جو کام انجام دیا وہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کا تھا جب لشکر روانہ کرنا چاہا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اس وقت حالات بڑے ناساز ہیں۔ ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آ رہی ہیں اور مدینہ پر دشمن کے حملہ کرنے کی خبریں موصول ہو رہی ہیں ان پریشان کن حالات میں لشکر کا روانہ کرنا مناسب نہیں اس لئے لشکر ملتوی کر دیا جائے۔

لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو ایمانی قوت، شجاعت و بہادری، حوصلہ و استقامت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی تھی انہوں نے جواباً کہا کہ اگر مجھے یقین دلادیا جائے کہ اس لشکر کے روانہ کرنے کے بعد مجھے تنہا پا کر درندے مجھے پھاڑ ڈالے گا تب بھی اس لشکر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود روانہ کر گئے ہیں۔ کبھی نہ روکوں گا چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم کیا کہ جو لوگ اس لشکر میں شامل تھے وہ تیاری کریں اور مدینہ سے باہر لشکر میں جلد اکٹھے ہو جائیں اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے سایہ میں جمع ہو گئے۔

چنانچہ جب لشکر کے تمام افراد جمع ہو گئے تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جو ان کے ماتحت سپاہی تھے) کو بلا کر امیر المومنین کو پیغام بھیجا کہ

چونکہ بڑے بڑے لوگ سب میرے ساتھ جمع ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی دشمن اس کی اطلاع پا کر کہیں مدینہ پر حملہ نہ کر دے یہ پیغام لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چل رہے تھے کہ کچھ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک پیغام بھیجوا دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ چونکہ ابھی نو عمر (سترہ سال کی عمر میں) ہیں اور پھر یہ کہ غلام زادے ہیں بہتر ہے کسی معمر شخص جو شریف النسل ہو سپہ سالار مقرر کر دیا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہنچتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے

سیدنا اسامہ کا پیغام دیا جس کے جواب میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہی سابقہ الفاظ دہرائے اور فرمایا ان سے جا کر کہو کہ آپ اطمینان سے راہِ جہاد میں نکلیں اور اگر بستی خالی ہو جانے پر کوئی درندہ مجھے اکیلے پا کر اٹھا لے جائے تو اس کا کوئی خوف اور اندیشہ نہیں مگر جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لیے روانہ کر دیا تھا ان کا واپس کرنا کسی صورت میں درست نہیں سمجھتا۔

اس کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کا پیغام پہنچایا جس کو سنتے ہی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ ان کے دلوں میں ابھی غرور و تکبر کا اثر باقی ہے یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پیدل ہی چل پڑے لشکر کو آن پہنچے اور خود ہی لشکر کو تیار کر کے روانہ کیا اور خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی رکاب میں باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے جس پر سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ اے خلیفہ رسول یا تو آپ رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو جائیں یا میں اپنی سواری سے نیچے اتر کر آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلتا ہوں جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اسامہ رضی اللہ عنہ میں کبھی سوار نہ ہوں گا اور تجھے اترنے کی ضرورت نہیں اور میرے پیدل چلنے سے کیا نقصان ہو گا کہ تھوڑی دور راہِ خدا میں بطریق مشایعت تمہاری رکاب میں پیدل چلوں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ طریق عمل انصار کے جواب کے لیے کافی تھا آپ کو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی رکاب میں اس طرح پیدل چلتے دیکھ کر تمام لشکر حیران رہ گیا اور سب کے دلوں میں فرمانبرداری اور خلوص کے جذبات پیدا ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سپہ سالار لشکر اسامہ کے ساتھ چلتے چلتے کچھ نصیحتیں بھی فرمائیں۔ جب واپس لوٹنے لگے تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو عمر رضی اللہ عنہ میری مدد اور مشورے کے لئے میرے پاس رہ جائیں جس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت عمر کو مدینہ میں رہنے کے لیے اجازت مرحمت فرما دی۔

اس جگہ قابل توجہ یہ بات بھی ہے کہ خلیفہ رسول رضی اللہ عنہ خود اپنے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم صادر فرما سکتے تھے۔ مگر نسق و نظم کا خیال کرتے ہوئے سپہ سالار لشکر سے اجازت چاہنا ضروری سمجھا۔

بہر حال لشکر پوری آب و تاب سے روانہ ہوا اور منزل مقصود پر پہنچ کر رومیوں سے جہاد شروع کر دیا۔ رومیوں کو اپنے پر بڑا ناز تھا مگر مسلمان مجاہدین نے رومیوں کے ساتھ اس انداز سے جنگ لڑی اور شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا مسلمانوں سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دکھایا اور مسلمان نصرت خداوندی سے کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہوئے۔

اس لڑائی میں بے شمار قیدی اور بے بہا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ابتدائی طور پر لشکر کی روانگی انتہائی خطرناک معلوم ہوتی تھی، مگر اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کیلئے بے حد مفید ثابت ہوئے۔

مسلمانوں کی رومیوں پر فتح کی خبریں چہار دانگ عالم پھیل گئیں اور تمام مسلم دشمن سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ کونسی طاقت ہے جو مسلمانوں کی فتح کا سبب اس وقت بنی جب مسلمانوں کے رہنما کے انتقال سے ان کے حالات پریشان کن اور ناساز تھے اور ہر مسلمان اپنے رسول کے انتقال سے غم زدہ تھا اگر ان حالات میں ان کی طاقت میں کمی نہیں آئی تو پھر آئندہ کے لیے ان سے جنگ سوچ کر کرنی چاہیے اور یہی وجوہ تھیں کہ دشمن ابھی حملہ کرنے والے تھے اور اب چند دنوں کے بعد ان کے حوصلے ایسے خود بخود پست ہوئے کہ ہر کسی کو اپنی جان کی پڑ گئی جو کل پریشانی کے بادل مسلمانوں کے لیے منڈلا رہے تھے۔ وہ بجائے مسلمانوں کے خلاف برسنے کے ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے تائید ربانی سے ہر جگہ پر کفر کے چھکے چھڑا دیئے جہاں بھی کفر سے برسرپیکار ہوئے ذلت و رسوائی کفر کا مقدر بنی اور اسلام سربلند ہوتا گیا کہ اسلام نے ہمیشہ سربلند ہی رہنا ہے۔

مولانا عبدالواحد مخدوم (ڈاور،نزد چناب نگر)

قرآن کریم کی بعض سورتوں کے فضائل

سورت ملک کے فضائل

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید میں ایک تیس آیتوں کی سورت ہے اس نے ایک شخص کی یہاں تک شفاعت کی کہ اس کے لئے بخشش کی گئی اور وہ سورت ملک یعنی تبارک الذی ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔)

(۲) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ یہ سورت ملک ہر مومن کے دل میں ہو۔ یعنی ہر مومن مسلمان اس کو ضرور یاد کر لے اور پابندی سے پڑھا کرے۔ (حصن حصین)

(۳) اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ سورت عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔ (مشکواۃ۔)

سورت تکاثر کے فضائل

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کر کے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی آدمی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی "الھاکم التکاثر" نہیں پڑھ سکتا۔؟ مطلب یہ ہے کہ الھاکم التکاثر (پوری سورت) روزانہ پڑھنا ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوۃ۔)

سورت اخلاص کے فضائل

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر روز دو سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے اس سے پچاس برس کے گناہ دور کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ کہ اس پر قرض ہو۔ (ترمذی۔)

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورت "زلزال" آدھے قرآن کے برابر ہے اور سورت "اخلاص" تہائی قرآن کے برابر ہے۔ اور سورت "کافرون" چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی)

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے کا ارادہ کرے اور اپنے بستر پر دائیں کروٹ لے اور دو سو مرتبہ سورت اخلاص پڑھے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندے اپنے داہنی طرف سے جنت میں داخل ہو جا۔ (ترمذی)

(۴) ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تو اپنا پہلو بچھونے پر رکھے (یعنی سونے لگے) تو سورت فاتحہ اور سورت اخلاص پڑھ لے تو تو بے شک امن میں ہو گیا ہر چیز سے سوائے موت کے۔

(۵) فقر دور کرنے کا وظیفہ مجرب: ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص گھر میں داخل ہو اور سورت اخلاص پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر والوں اور اس کے پڑوسیوں سے فکر و فاقہ دور کر دے گا۔ (حاشیہ قرآن مجید بنام حدیث التفاسیر مرتبہ مولانا عبدالقہار دہلوی۔ و وظائف نبوی۔)

(۶) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص روزانہ تیس مرتبہ یہ سورت پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے عذاب اور حشر کی پریشانیوں سے بری فرما دے گا۔ (شرعی علاج)

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ سورت اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (بخاری)

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ سب جمع ہو جاؤ میں آج تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ جو جمع ہو سکتے تھے جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسل تشریف لائے اور قل ہو اللہ الخ کی قرأت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (مسلم)

(۹) امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو سورت اخلاص دس مرتبہ پڑھے اس کے لے جنت میں ایک محل بنایا جاتا ہے اور جو بیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے دو محل تیار کئے جاتے ہیں اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کے لئے تین محل تیاز کئے جاتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اللہ کی قسم ہے اے اللہ کے رسول ہم بہت محل بنائیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالی بہت فراخ ہے اس سے بھی۔ (مشکواۃ)

(۱۰) ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ یہ سورت تلاوت کرے اللہ تعالی اس کے نامہ اعمال میں ڈیڑھ ہزار برس کی عبادت لکھے گا۔ اور قرض کے سوا اس کے پچاس برس کے گناہ معاف کر دیگا۔ (ترمذی)

(۱۱) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اس سورت کو پچاس مرتبہ پڑھ لے تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (ابن کثیر)

(۱۲) خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان تبوک میں تھے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے آپ نے فرمایا آج سورج کی تیز روشنی زیادہ نور اور چمکیلی شعاؤں کی کیا وجہ ہے؟ جواب دیا کہ آج مدینہ میں معاویہ بن معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان کے کس عمل کے باعث؟ (جبرائیل نے) فرمایا کہ سورۃ اخلاص کو ہر وقت اور کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ (حدیث التفاسیر)

(۱۳) حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول میں قل ھو اللہ احد کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تیری اس سورۃ سے دوستی تجھ کو جنت میں داخل کرے گی۔ (ترمذی)

(۱۴) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ سورۃ پڑھتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت واجب ہو گئی۔ یاد رہے کہ یہ تمام فضائل اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب کہ اس کے مطابق عمل و عقیدہ ہو۔

معوذتین کے فضائل

(۱) امام نسائی نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح اور شام قل ہو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لیا کرے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ اس کو ہر بلا سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ ابن کثیر۔ معارف القرآن۔

(۲) امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی تین سورتیں بتاتا ہوں کہ جو توریت۔ انجیل اور زبور اور قرآن سب میں نازل ہوئی ہیں اور فرمایا کہ رات کو اس وقت تک نہ سوؤ جب تک ان تینوں (معوذتین اور قل ہو اللہ احد) کو نہ پڑھ لو۔ حضرت عقبہ کہتے ہیں کہ اس وقت سے میں نے کبھی ان کو

نہیں چھوڑا۔ ایضاً
(۳) حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن اور انسان کی نظر بد سے (مختلف الفاظ میں) پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ دو سورتیں معوذتین (سورۃ الفلق وسورۃ الناس) آپ پر نازل ہو گئیں تو آپ نے انہی دونوں کو اختیار فرمالیا۔ اور ان کے سوا تمام الفاظ تعوذ چھوڑ دیئے۔ حصن حصین
(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات کو اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملاتے اور ان میں پھونکتے۔ قل ہو اللہ احد۔ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے پھر ان ہاتھوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ممکن ہو سکتا پھیرتے۔ سر اور چہرے سے شروع فرماتے اور بدن کی اگلی جانب سے ایسا تین بار کرتے۔ (بخاری و مسلم)
(۵) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

محترم حضرات:۔ یہ چند ایک فضائل سورتوں کے بیان کئے ہیں انکا روزانہ کثرت سے پڑھنا شغلہ بنانا چاہیے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت بہت بڑی برکت اور نفع کی چیز ہے۔ اس کا معاوضہ اور بدلہ آخرت میں ملے گا۔ جہاں انسان ہمشیہ رہے گا۔ وہاں اس کی اہمیت کا علم ہو گا۔ انسان کو اپنے حقیقی دشمن سے خبردار رہنا چاہیے۔ انسان کا دشمن شیطان نظروں سے غائب رہ کر آدمی کو بہکاتا اور پھسلاتا رہتا ہے۔ جب تک آدمی غفلت میں ہوتا ہے یہ اپنا تسلط بڑھاتا رہتا ہے۔ لیکن جب آدمی بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے تو فوراً پیچھے کھسک جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

الشطین جاثم علی قلب ابن ادم فاذا ذکراللّٰہ حبس واذاغفل وسوس (مشکوٰۃ)

کہ شیطان آدمی کے دل پر جما رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے۔ اور جس وقت غافل ہو جاتا ہے اس وقت پھر آجاتا ہے۔ اور وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔" شیطان جنوں بھیں ہیں اور انسانوں میں بھی۔ اللہ تعالی دونوں سے پناہ میں رکھے۔ اللہ تعالی کا ذکر اور قرآن شریف کی کثرت سے تلاوت کر کے شیطان ملعون کا مقابلہ کرنا مومن کی نشانی ہے۔ ہر وقت گانے بجانے میں منہمک رہنا۔ اور اللہ تعالی کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع نہ کرنا۔ فحش کاموں میں منہمک رہنا شیطان آدمی کی نشانی ہے۔ اس طرح تو اسنان شیطان کا ساتھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات بڑے خسارے ی ہے کیونکہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ شیطان او شیطان کے تمام یار دوست اور متبعین جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ حضرت انسان کو چاہیے کہ کبھی بھی احکام خدا اور سنت رسول کی خلاف ورزی نہ کرے۔ تمام فرائض واجبات نوافل ذکر اذکار خصوصاً نمام پڑھنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا کبھی نہ بھولے۔ اس لئے کہ یہ دنیا دار العمل ہے جب کہ حدیث شریف میں ہے الدنیا مزرۃ الآخرت کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ دنیا نیکی اور بدی کی جزا و سزا کی جگہ نہیں۔ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہ دنیا نیکی اور بدی کی جزا و سزا کی جگہ نہیں۔ یہ دنیا آخرت کے لئے مزدوری کرنے کا جہان ہے۔ تنخواہ یا صلہ وصول کرنے کی جگہ نہیں۔ اس لئے دنیا میں سی کو عیش و عشرت دولت و راحت سے مالا مال دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول و محبوب ہے یا کسی کو رنج و مصیبت میں مبتلا پا کر یہ نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک معتوب و مبغوض ہے۔ جس طرح دنیا کے دفتروں اور کارخانوں میں کسی کو اپنا فرض ادا کرنے میں مصروف محنت دیکھا جائے تو کوئی عقلمند اس کو مصیبت زدہ نہیں کہتا۔ اور نہ وہ خود اپنی مشقت کے باوجود اپنے آپ کو گرفتار مصیبت سمجھتا ہے۔ بلکہ وہ اس محنت و مشقت کو اپنی سب سے بڑی کامیابی تصور کرتا ہے۔ اور کوئی مہربان اس کو اس مشقت سے سبکدوش کرنا چاہے تو وہ اس کو اپنا بد ترین دشمن خیال کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس تیس روزہ محنت کے پس پردہ

اس راحت کو دیکھ رہا ہے۔ جو اس کی تنخواہ کی شکل میں ملنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد اولیاء اللہ سب سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی اس حالت پر نہایت مطمئن اور بسا اوقات مسرور نظر آتے ہیں۔

افضل العبادة قراة القرآن

کہ میری امت کی افضل عبادت قرآن پاک کا پڑھنا ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے نیک بندوں کا اعزاز واکرام ہوگا۔ قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کرنے والے حضرات کو بغیر حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔ قرآن پاک کی تلاوت کو بے فائدہ سمجھنے والے اپنی آخرت کی فکر کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس سینے میں قرآن مجید کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو کلام پاک کی تلاوت اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ از ص ۳۲

عظیم کارنامہ قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اس طرح انسانی حقوق کے نام پر بیرونی امداد سے چلنے والی اور ملک و قوم کی بدنامی کا سبب بننے والی اسلام اور قومی مفادات کے خلاف سرگرم عمل این جی اوز پر بھی پابندی لگائی جائے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اصل تنظیمیں جو یہ گھناؤنا کردار ادا کر رہی ہیں ابھی تک حکومت کی گرفت سے آزاد ہیں۔ حکومت ان پر بھی پابندی عائد کرے۔

(۴) کسووا میں مسلمان مہاجرین کے وسیع پیمانے پر قتل و غارت اور نیٹو کے ناکام حملوں کو نورا کشتی قرار دیتے ہوئے اسے مسلمان کشی کی سوچی سمجھی سازش قرار دیا گیا ہے۔ اور عالم اسلام کے حکمرانوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس پر سرد مہری کا رویہ ختم کر کے اس ظلم و سفاکی کے خلاف متحد ہو کر سخت ترین احتجاج کریں۔

اجلاس کے آخر میں فیصلہ کیا گیا کہ ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن پاکستان کے زیر اہتمام عنقریب حقوق انسانی کے حوالے سے ملک گیر سیمینار منعقد کیا جائے گا۔ جس میں ملک کے معروف قانون دانوں، دانشوروں، صحافیوں، علماء اور اہم شخصیات کو مدعو کیا جائے گا۔ سیمینار کے انتظامات کے لئے چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، علامہ زاہد الراشدی، شجاعت علی مجاہد، میاں محمد اویس، پروفیسر شاہد کاشمیری پر مشتمل رابطہ کمیٹی قائم کی گئی جب کہ انتظامی امور کے لئے سید محمد کفیل بخاری آف ملتان کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل دی گئی۔

متاعِ زینب

ممتاز شاعر محترم سید کاشف گیلانی کی حمد و نعت کا خوبصورت مجموعہ عنقریب شائع ہو رہا ہے۔

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم ملتان ✆ : 511961

محمد عمر فاروق

ترک سیکولرازم — دینی غیرت اور پاکستانی خواتین

❋

یورپ پر جس وقت جہالت کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ عالم اسلام اپنے دامن میں ایک جدید تہذیب یافتہ اور سائنسی علوم سے منور ملت کا وجد رکھتا تھا اور جب ملت اسلامیہ ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی تو دین کی حکمرانی اور دنیا پر فوقیت بھی جاتی رہی۔ پھر غالب اقوام کی بے جا پیروی اور ان کی مرعوبیت نے آج اسے در بدر کر دیا ہے۔ وہ قوم جس نے دنیا والوں کو انداز جہانبانی سکھائے، علم کی روشنی سے آراستہ اور تہذیب و تمدن سے آگاہ کیا۔ آج زبوں حال اور بسمل نیم جاں ہے۔ اسے اس حال تک پہنچانے میں یقیناً غیروں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر اپنوں کی بے پروائی اور بے نیازی کا دخل ان سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ترکی جو کبھی خلافت عثمانیہ کا مرکز ہوا کرتا تھا۔ وہاں اسلام کو دیس نکالا دیا جا چکا ہے۔ سیکولرزم کے پردے میں اسلام معتوب و مقہور ہے۔ شعائر اسلامیہ کی پاسداری کرنے والوں کو سزائیں ملنا معمول کا حصہ ہیں۔ ایک غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کی حسب ذیل خبر نے دل دہلا کر رکھ دیا ہے۔ خبر کے مطابق "گزشتہ دنوں ترک پارلیمنٹ میں اس وقت ہنگامہ کھڑا ہو گیا جب خاتون رکن پارلیمنٹ محترمہ "ایم کیوا کی" حجاب پہنے پارلیمنٹ میں پہنچ گئیں۔ جب وہ ایوان میں داخل ہوئیں تو ہال میں موجود ممبران پارلیمنٹ نے زور زور سے نکل جاؤ نکل جاؤ کے نعرے لگائے۔ اسی دوران نامزد وزیراعظم بلند ایجوت بھی خاتون کے خلاف احتجاج میں شریک ہو گئے۔ احتجاج کا سلسلہ شدید ہونے پر سپیکر نے اجلاس کچھ دیر کے لیے ملتوی کر دیا۔ تاہم جب دوبارہ اجلاس شروع ہوا تو بھی احتجاج کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ سپیکر نے پارلیمٹ کا اجلاس دس روز کے لیے ملتوی کر دیا۔ ترکی کے صدر سلیمان ڈیمرل نے خاتون رکن پارلیمنٹ کے اقدام کو آئین کے خلاف قرار دیا۔ ادھر نامزد وزیراعظم بلند ایجوت نے کہا کہ حجاب ترکی کی سیکولر اور جمہوری روایات کے خلاف ہے۔ حجاب پہن کر پارلیمنٹ میں آنا نجی معاملہ نہیں۔ ترک فوج کے ترجمان نے خاتون رکن پارلیمنٹ کے اقدام پر تشویش کا اظہار کیا۔ ترجمان نے کہا کہ حجاب کا معاملہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ چونکہ ہم سیکولر روایات کے امین ہیں اور حجاب ان روایات کے برعکس اقدام ہے۔ محترمہ ایم کیوا کی" نے بعد ازاں اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ "جو لوگ سیکولر اور جمہوریت کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ انہیں میرے حجاب پر تنقید نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ میں حجاب پہن کر پارلیمنٹ آتی رہوں گی۔ اور اس اقدام سے باز نہیں آؤں گی۔"

ایک وہ مسلمان تھے جو راجہ داہر کی ستم رسیدہ ایک مسلمان خاتون کی پکار پر جزیرۃ العرب سے وادی سندھ تک آ پہنچے تھے۔ لیکن اب اسے کیا کہا جائے کہ ایک نام نہاد مسلمان حکومت کے ہی ذریعے مسلمان خاتون کے سر سے سکارف اتارا جا رہا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں۔ کوئی ٹوکنے والا نہیں۔ کیا اس لیے کہ مسلمان جس ملت کے فرزند تھے۔ وہ مٹ کر

دفن ہو چکی ہے؟ مجھے یاد آ رہا ہے کہ ہمارے ایک محترم استاد جناب پروفیسر ملک فتح خان اسلامیات کے پیریڈ میں جب مسلمانوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے کہ مسلمان دیانتدار ہوتا ہے۔ حقوق و فرائض کا پابند ہوتا ہے۔ رشوت اور بددیانتی سے بچتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو صفات بیان کرنے کے بعد آخر میں کہا کرتے تھے کہ "یہ سب صفتیں مسلمانوں کی ہیں۔ ہماری نہیں ہیں" اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت بھرے جملے کا اعتراف گمان سے یقین میں بدلتا جا رہا ہے۔

یہی بات ہے کہ ہم موروثی اور روایتی مسلمان تو ہیں عملی مسلمان نہیں۔ مسلمان تو وہ تھے جن کا دن گھوڑے کی پیٹھ پر اللہ کے راستے میں جہاد کرتے اور رات بارگاہ حقیقی میں مصلے پر گزرتی تھی۔ جو عزتوں اور عصمتوں کے نگہبان تھے۔ غیرت و حمیت جن کی روح کا زیور تھی اور جب کسی سے کوئی معاملہ کرتے تو نقصان برداشت کر لیتے مگر زبان سے نہ پھرتے تھے۔ ان کا وجود چلتا پھرتا اسلام تھا۔ وہ جدھر کا رخ کرتے دین کی تبلیغ خود بخود ہونے لگتی۔ اس کے لیے انہیں جماعتیں بنانے کی ضرورت پیش آتی اور نہ مبلغین کی پیشہ ورانہ خدمات سے استفادہ کرنا پڑتا۔ اس لیے کہ ان کا ہر عمل سراپا دین تھا۔ جو غیر مسلموں کی آنکھوں کے راستے ان کے قلب و جگر میں اتر جاتا تھا۔ لیکن ہمارا قول و فعل ان قدسی صفت انسانوں کے ہر قدم سے متصادم اور برعکس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان قوم پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

جب دین کی حاکمیت اور زندگی پر اس کا عملاً نفاذ نہ کیا جائے تو پھر ہر شعبۂ حیات میں دل وحشی من مانیوں کی باؤنڈری لائنیں توڑ تاڑ کر عبرت کا مرقع بنا کر رکھ دیتا ہے۔ شرم و حیا، جب دل و دماغ سے رخصت ہو جائے تو غیرت و حمیت بھی انسان سے کوسوں میل دور ٹھکانہ کر لیتی ہے۔ علامہ اقبال نے "بانگ درا" میں غلام قادر رہیلہ کا عبرت آموز واقعہ منظوم کیا ہے کہ جب غلام قادر رہیلہ نے دہلی کے لال قلعے پر قابض ہو کر شہنشاہ تیموری شاہ عالم ثانی کی آنکھیں نوکِ خنجر سے نکال ڈالیں تو شاہی بیگمات کو ناچنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ایسی بیگمات کے لیے تھا۔ جن کا حسن سورج، چاند اور ستاروں سے بھی پوشیدہ رہا تھا۔ بیگمات کے دل کانپ رہے تھے۔ لیکن قدم ناچنے پر مجبور تھے۔ غلام قادر رہیلہ کچھ گھڑیوں تک اس منظر کو دیکھتا رہا۔ پھر سر سے خود ہٹایا کمر سے تلوار کھول ڈالی اور خنجر زمین پر رکھ کر بظاہر سو گیا۔ تھوڑی دیر محو استراحت رہا۔ مگر شاہی خواتین کے رقص سے اس ظالم کی نگاہیں بھی شرما کر رہ گئیں۔ اٹھا اور ان بیگمات کو مخاطب کر کے کہا کہ

"تمہیں اپنی قسمت سے شکایت نہ کرنی چاہیے۔ میرا سونا محض دکھاوا تھا۔ میری غرض یہ تھی کہ شاید خانوادۂ تیموری کی کوئی شہزادی مجھے غافل سمجھ کر تلوار اٹھائے اور میرا سر تن سے جدا کر دے لیکن ایسا کسی نے نہ کیا اور ثابت کر دیا کہ تیموری خاندان میں غیرت باقی نہیں رہی۔ اگر باقی ہوتی تو میں زندہ نہ ہوتا۔ بلکہ کسی شہزادی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکا ہوتا"

غیرت بھی اسی وقت برقرار رہ سکتی ہے۔ جب اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی تڑپ کسی کے گوشۂ دل میں موجود ہو۔ جب تک قلب و نظر میں غیرت کا بسیرا ہوتا ہے۔ کوئی متنفس آنکھ اٹھا کر بھی کسی پیکر عفت کو دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کسی کا حوصلۂ بد اسی وقت بڑھتا ہے جب فریق مخالف کی جانب سے اسے کسی مزاحمت کا خطرہ نہ ہو۔ ترکی کی مجاہدہ

محترمہ ایم کیوا کی نے حجاب اوڑھ کر غیرتِ ایمانی کا ثبوت دیا ہے اور مسلم کہلانے والے ممبران پارلیمنٹ کی خفتہ غیرت کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

خلافت عثمانیہ کے خاتمے کو پون صدی بیت رہی ہے کہ جب یورپی صیاد نے مسلمانوں کے عظیم اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ اور خلافت ایسے مرکزِ اتحاد کو صیہونی قوتوں کی مدد سے ختم کر دیا تھا۔ کیونکہ خلافت عثمانیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مغرب پر کاری ضربیں لگائی تھیں۔ جن سے لگنے والے زخم ابھی تک یہود و نصاریٰ چاٹ رہے ہیں۔ ترکوں میں نسلی تفاخر کا بیج مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنے والے یہودی شہ دماغوں نے بویا تھا۔ انہوں نے عربوں میں بھی عرب نیشنلزم جیسے متعصبانہ نعرے کو فروغ دے کر تعصب کے پودے کو قد آور درخت میں بدل دیا۔ ایک یہودی شاطر تھیوڈور ہر تزل نے عثمانی خلافت کی فوجوں میں سیکولرازم کو رواج دینے کے لیے تمام تر صیہونی ہتھکنڈے استعمال کیے۔ جس کا نتیجہ کسی سے چھپا ڈھکا نہیں ہے۔ ترکی سیکولرازم کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر اپنا اسلامی تشخص کھو چکا ہے۔ وہاں اسلام کے علاوہ ہر ازم قابل قبول ہے۔ ترکی جو کبھی ارضِ فلسطین کا سب سے بڑا محافظ تھا۔ اب یورپ اور امریکہ کے بعد اسرائیل کا سب سے بڑا حلیف ہے۔

عالمی استعمار ایک بار پھر عالم اسلام کا جغرافیہ بدلنے کے لیے پر تول رہا ہے۔ ترکی میں دینی تحریکوں میں شدت آ رہی ہے۔ اگرچہ ایسی ہر سر اٹھانے والی تحریک ریاستی جبر سے کچل دی جاتی ہے۔ مگر کب تک؟ سیکولرازم کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ رائے عامہ پر پہرے بٹھا دیئے جائیں۔ اگر کوئی خاتون ممبر پارلیمنٹ سر ڈھانپ کر اجلاس میں آتی ہے تو اس کے اس عمل کے پیچھے ان ہزاروں افراد کی تائید کارفرما ہوتی ہے جن کی وہ نمائندہ ہے۔ اگر حجاب کو دینی شعائر جان کر قدغن لگائی جائے تو یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ یہ اس کا جمہوری حق بھی تو ہے۔ جس میں رخنہ ڈالنا درحقیقت سیکولرازم کے اصل چہرے سے نقاب ہٹا دینے کے مترادف ہے۔

پاکستانی معاشرہ میں بسنے والی خواتین کے لیے بھی یہ درسِ عبرت ہے کہ وہ ترک قوم، جس کے مذہب بیزار رہنماؤں نے تمام دینی ارکان وشعائر اور اقدار اذان، نماز، تلاوت پردہ، داڑھی، لباس اور زبان وغیرہ کو رجعت پسندی کا طعنہ دے کر مغربی اقدار کو قانوناً لاگو کر دیا تھا۔ اب اسی قوم کی خواتین سر اوڑھنے کا حق مانگ رہی ہیں۔ اور ہماری بیشتر جدید تعلیم یافتہ خواتین چند مغرب زدہ عورتوں کے بہکاوے میں آ کر مذہبی و معاشرتی حدود و قیود سے بغاوت کر رہی ہیں۔ یہ "پابندیاں" دراصل ان کے حقوق و ناموس کے تحفظ کی ضامن ہیں۔ انہیں مذہبی اقدار اور آزادی کی قدر ان ترک اور فرانسیسی مسلمان خواتین سے پوچھنی چاہیے جو اُن آزادیوں کے حصول کے لیے لڑ رہی ہیں۔ جو انہیں اسلام نے عطاء کی ہیں۔ اور دین دشمن عناصر انہیں غصب کیے بیٹھے ہیں۔ باور رہے کہ غیرت دینی سے سرشاری ہی انسانی فوز و فلاح کی ضامن ہے، جس سے تہی دامن قومیں ماضی کے اندھیروں کی مکین بن جایا کرتی ہیں۔ جنہیں تاریخ اپنے اوراق سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا کرتی ہے۔

محمد عمر فاروق

نظریاتی استحکام کی ضرورت

وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ محمد ظفر الحق نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ "پاکستان دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت بن گیا ہے۔ اب ہمیں نظریاتی استحکام کی ضرورت ہے"۔ محترم راجہ ظفر الحق کا ارشاد بالکل بجا ہے۔ کیونکہ اللہ کے فضل و کرم سے ڈیٹرنٹ پاور حاصل کرنے کے بعد پاکستان کا دفاع ناقابلِ تسخیر ہو چکا ہے۔ اب کوئی دشمن ملکی سرحدیں پار کرنے کی بابت سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن کفریہ طاقتوں نے مسلمانوں کو نظریاتی طور پر تباہ کرنے کے لیے کئی ذرائع استعمال کر رکھے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ دنیا میں دو ہی ملک پاکستان اور اسرائیل ایسے ہیں جن کی تشکیل ایک خاص نظریے کے تحت ہوئی ہے۔ پاکستان کی نظریاتی اساس اسلام اور اسرائیل کی بنیاد صیہونیت پر ہے۔ پاکستان خالصتاً ایک نظریاتی ملک ہونے کی وجہ سے غیر مسلم قوتوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا ہے۔ اس لیے ان کا سارا زور اسی نکتے پر صرف ہو رہا ہے کہ کسی طرح پاکستان کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا جائے۔ امریکہ شیطانی طاقتوں کا سرپرست ہے۔ جس کی قیادت میں عالمِ اسلام اور بالخصوص پاکستان کے خلاف ان کی سازشیں عروج پر پہنچ گئی ہیں۔

قانون توہین رسالت کی سب سے زیادہ مخالفت امریکہ نے کی ہے۔ کیونکہ اسے بخوبی علم ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک اپنی جان و مال اور اولاد سے بھی ہزاروں گنا بڑھ کر محترم اور محبوب ہستی جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ جس کی خاطر مسلمان ہر انتہائی قدم اٹھا سکتے ہیں اور یہ ذات گرامی ہی مسلمانوں کی اجتماعیت اور مرکزیت کی اصل بنیاد ہے۔ جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو رکھا ہے۔ امریکہ اور اس کے ہمنوا بدستور یہ چاہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے دلوں سے اسلام اور نبوت کے مقام کی عظمت اور اہمیت کو غیر محسوس طریقے سے آہستہ آہستہ کم کر دیا جائے۔ تاکہ ان کی اجتماعیت کے "نیوکلئیس" کو توڑا جا سکے۔ اس کے لیے انہوں نے مختلف این جی اوز کے ذریعے نوجوان نسل کو دین سے دور کرنے کے لیے مخلوط سوسائٹی تشکیل دینے، مذہب کو اجتماعی کی بجائے ہر فرد کا ذاتی معاملہ، ڈانس پارٹیوں اور ڈرامیٹک کلبوں کو تفریح اور کلچر قرار دینے کے لیے زور و شور سے کام شروع کر رکھا ہے۔

دوسری سطح پر فرقہ واریت کے ذریعے اجتماعی قوت کو تقسیم کیا جا رہا ہے۔ بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کی تفریق امت واحدہ کے انتشار و افتراق کے نشان ہیں۔ سنی اور شیعہ صدیوں سے اسی سرزمین پر بس رہے ہیں ان کے درمیان اختلافات کی نوعیت اصولی ہے۔ ایرانی انقلاب کے بعد ان کے مابین فسادات کی شدت میں اضافہ ضرور ہوا۔ لیکن ان دنوں حالیہ قتل و غارت گری کے واقعات میں حکومت ایک ایسے تخریبی گروہ کا کھوج لگانے میں کامیاب ہوئی ہے جس نے اپنے ارتدادی حربوں سے توجہ ہٹانے کے لیے سنی شیعہ کشیدگی میں گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ وفاقی وزیر راجہ ظفر الحق نے اپنے ایک انٹرویو میں انکشاف کیا کہ "حالیہ سنی شیعہ فرقہ وارانہ فسادات میں وہ پس پردہ ہاتھ کار فرما ہے۔ جسے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی نے غیر مسلم قرار دیا تھا" حقیقتاً یہ استعماری گروہ بیرونی آقاؤں کے اشارے پر پاکستان میں آگ و خون کا کھیل کھیل رہا ہے جس کا سر کچلنا حکومت کا اوّلین فرض ہے۔

آجکل بم سیٹھی جیسے غیر ملکی ایجنٹوں کی گرفتاری پر انسانی حقوق کی تنظیموں اور خود امریکہ کی طرف سے بڑا واویلا کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ امریکی جریدے "ٹائم" نے چند روز پہلے پورا صفحہ نجم سیٹھی کے لیے وقف کیا۔ آخر نجم سیٹھی

یلدم ایسا اہم اور عظیم صحافی کیونکر بن گیا ہے۔ جس کی گرفتاری سے صحافت خطرے میں پڑ گئی ہے۔ یہاں تک کہ ۱۱، مئی ۱۹۹۹ء کو لاہور میں نجم سیٹھی کی حمایت میں نکالے جانے والے جلوس میں امریکی قونصلیٹ اور امریکن سنٹر کے ڈائریکٹر نے بھی شرکت کی۔ بلکہ پاکستان میں امریکہ کے سفیر ولیم بی مائیلم نے یہ دھمکی دی ہے کہ اگر نجم سیٹھی کو رہا نہ کیا گیا تو صدر کلنٹن کا دورۂ پاکستان ملتوی ہو سکتا ہے۔ یہ حقیقت تو انگریزی روزنامے "دی نیوز" اسلام آباد میں ملک محمد حنیف نے کھولی ہے کہ "فرائی ڈے ٹائمز کے چیف ایڈیٹر نجم سیٹھی اور خالد احمد دونوں قادیانی ہیں۔" اگر نجم سیٹھی نے ہندوستان کی حمایت میں زبان کھولی ہے تو یہ نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ قادیانی ہمیشہ سے اکھنڈ بھارت کے حامی رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد اس استعماری گروہ نے بلوچستان پر شب خون مارنے کی پہلی سازش کی۔ جیسا کہ جسٹس (ر) محمد منیر نے لکھا ہے کہ "مرزا بشیر الدین محمود نے کوئٹہ میں اشتعال انگیز تقریر کی۔ جس میں انہوں نے بلوچستان کے صوبے کی پوری آبادی کو احمدی بنا لینے اور اس صوبے کو مزید جدوجہد کے مرکز کی حیثیت سے استعمال کرنے کی علی الاعلان حمایت کی۔ تاکہ ۱۹۵۲ء کے آخر تک پوری مسلم آبادی احمدیت کی آغوش میں آ جائے۔" (منیر انکوائری رپورٹ صفحہ ۲۸۰) مگر محب وطن رہنماؤں کی محنت سے استعمار کی سازش ناکام ہو گئی۔ پھر دوسری مرتبہ بھٹو دور میں نجم سیٹھی نے بلوچستان میں امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے خلاف مسلح بغاوت میں حصہ لیا اور انہیں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن بعد میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں امریکی دباؤ پر انہیں بری کر دیا گیا۔

اگر ملک کی نظریاتی قوتیں بروقت اقدامات نہ کرتیں تو پاکستان بیرونی سازشوں کے طوفان سے نہ نکل سکتا۔ اب صیہونی لابی نے لٹریچر اور عریاں فلموں کے ذریعے پاکستان پر یلغار کر رکھی ہے۔ جس کے تباہ کن اثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ نوجوانوں میں اخلاقی پستی اور مذہب بیزاری کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ غیر ملکی ثقافت کی درآمد اور اس کی بے جا تقلید اسلامی تشخص پر کاری وار کر رہی ہے۔ قومی اور دینی شناخت ہی پہچان کا اصل ذریعہ ہوتی ہے۔ جسے مٹا دیا جائے تو قوم اندھی، بہری اور گونگی ہو کر رہ جاتی ہے پھر جس کا جی چاہے، تر نوالہ سمجھ کر اسے ہضم کر لے۔ کیونکہ مزاحمت اور ردعمل کا اظہار تو صرف زندہ قومیں ہی کیا کرتی ہیں۔

قانون کی عملداری ہوتی تو کسی کو توہین رسالت کے ارتکاب کی جرأت نہ ہوتی۔ نجم سیٹھی پاکستان کو "ناکام ریاست" نہ کہہ سکتا، اور سندھ ہائیکورٹ کا جسٹس شائق عثمانی قرآن مجید کے واضح اور غیر مبدل احکامات کی تبدیلی کے مطالبے کی جرأت نہ کر سکتا۔ یہ واقعات اس امر کا کھلا ثبوت ہیں کہ حکومت کی غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے اسلام اور پاکستان کے نظریاتی دشمن بے دھڑک اور بے خطر خدائی احکامات کا برسرعام مذاق اڑا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو مذہبی تشکیک کی جانب دھکیل رہے ہیں۔ نظریاتی پختگی ہی قوموں کی زندگی میں روح کی مانند ہوتی ہے۔ عرب شیخ اسامہ بن لادن جذبۂ جہاد سے سرشار وجود کا نام ہے۔ جس کے مٹھی بھر جاں نثاروں نے امریکی اور صیہونی قوتوں کو دنیا بھر میں تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان مجاہدین اسلام نے اپنی نظریاتی شناخت کو مٹنے نہیں دیا۔ اس لیے ان کے متحرک و مضطرب وجود عقیدتوں کا مرکز بن گئے ہیں۔

پاکستان آج جن نازک حالات سے گزر رہا ہے۔ اسے نظریاتی استحکام کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ دشمن نے اپنا پینترا بدل دیا ہے۔ وہ نظریاتی بنیادوں کو مسمار کرنے کے لیے حملہ زن ہے۔ اور اس کے لیے بھاری رقوم اور وسائل استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔ میڈیا ان کا خاص ہدف ہے۔ جس کے ذریعے دشمن وسعت قلبی، روشن خیالی، اور جدیدیت کے خوشنما الفاظ و تراکیب کے پردے میں ہماری نظریاتی بنیادیں منہدم کرنا چاہتا ہے۔ اگر ہمارے ارباب اختیار نے بروقت بیداری سے کام نہ لیا اور قوم کی تعمیر اسلامی تہذیب کے ابدی اصولوں پر نہ کی تو کوئی قوت ہمیں بحیثیت قوم بے موت مرنے سے بچا نہ سکے گی۔

ملائشیا کے ایک اسلامی بینک کا ڈھانچہ اور طریق کار

ملائشیا میں اسلامی بینک کا قیام مذہبی، سیاسی، قانونی، کاروباری، معاشی ہر اعتبار سے ہر پہلو پر مکمل غور کے بعد قائم کیا گیا ہے۔ اس لیے کئی اعتبار سے یہ اپنی جگہ بڑا مکمل ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کار کردگی کے لحاظ سے آسان اور محفوظ بھی ہے۔ ملائشیا میں ۱۹۸۳ء میں حکومت نے اسلامی بینکنگ ایکٹ منظور کیا اور کمپنیز ایکٹ مجریہ ۱۹۶۵ء کے تحت اس کا قیام عمل میں آیا اور بطور ایک لمیٹڈ کمپنی قائم ہوا۔ اس کی کار کردگی کے شرعی پہلو کی نگرانی کے لئے ایک مذہبی نگراں کمیٹی بھی قائم کی گئی۔ دیگر اسلامی کمرشل بینکوں کی مانند یہ بینک بھی ایک تجارتی وجود ہے اور معاملہ قوانین کے تحت عمل کرتا ہے۔ اسلامی معاشی نظام تین سکیٹروں میں منقسم ہے۔

(۱) سیاسی یعنی پبلک سیکٹر

(۲) تجارتی یعنی پرائیویٹ سیکٹر

(۳) اجتماعی یعنی فلاح و بہبود سیکٹر

بینک کا ادا شدہ سرمایہ (پیڈاپ کیپٹل) سات کروڑ ۹۹ لاکھ ڈالر ہے جو بینک کے ابتدائی ۷۲ حصہ داروں نے فراہم کیا ہے اور ان ہی ۷۲ حصہ داروں نے اس بینک کو تجارتی مقاصد کے لیے ایک کمپنی (شرکت العنان) المشار کہ یعنی جوائنٹ وینچر کے طور پر قائم کیا ہے۔ بینک اپنے گاہکوں سے چار طرح کے ڈپازٹ وصول کرتا ہے۔

۱۔ کرنٹ اکاؤنٹ: جو الودیعہ اصولوں پر قبول کیے جاتے ہیں اور جنہیں ڈپازٹروں کی اجازت سے بینک اپنے استعمال میں لاتا ہے اور اس کے منافع سے اپنے اخراجات جس میں اسٹاف کی تنخواہیں وغیرہ بھی شامل ہیں، پورے کرتا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والے تمام منافع جات بینک کے اپنے ہوتے ہیں اور ڈپازٹرز کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ لیکن گاہک جب چاہیں اور جتنا چاہیں، سرمایہ بغیر کسی نوٹس کے نکال سکتے ہیں جس کے لیے بینک انہیں چیک بک اور پاس بک کی سہولیات فراہم کرتا ہے۔

۲۔ سیونگ بینک اکاؤنٹ: یہ بچت کھاتے بھی الودیعہ اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں جنہیں بینک اپنے گاہکوں کی اجازت سے اپنے استعمال میں لاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ فائدے خود رکھتا ہے، گاہک جب چاہیں اور جتنی چاہیں، اپنی رقم بغیر نوٹس کے نکال سکتے ہیں۔ انہیں پاس بک بھی دی جاتی ہے، البتہ کرنٹ اکاؤنٹ کے برعکس بینک اس کھاتہ والوں کو اپنی مرضی سے اپنے منافع میں سے کچھ حصہ ہر چھ ماہ بعد دیتا رہتا ہے۔

۳۔ جنرل انویسٹ منٹ (عام اصل کاری) اکاؤنٹ: یہ المضاربہ کے اصول کے مطابق ان ڈپازٹروں کے لیے ہے جو اپنا سرمایہ اصل کاری کے لیے دینے پر رضامند ہوتے ہیں۔ ڈپازٹ ایک مخصوص مدت کے لیے ہوتے ہیں اور ایک، تین، نو، بارہ، پندرہ، اٹھارہ، چوبیس چھتیس، اڑتالیس اور ساٹھ مہینوں کے لیے یا اس سے زیادہ مدت کے لیے فکسڈ ڈپازٹ کے طور پر ہوتے ہیں۔ بینک کا رول اصل کار اور گاہک کا رول سرمایہ فراہم کرنے کا ہے اور دونوں طے کر لیتے ہیں کہ بصورت منافع کس شرح سے اس کو تقسیم کیا جائے گا۔ اس وقت بینک اپنے منافع میں سے ۷۰ فی صد گاہک کو منافع دے رہا ہے۔ بہ صورت نقصان گاہک پورا نقصان برداشت کرتا ہے۔ نیز یہ کہ گاہک سرمایہ کاری کے نظم و نسق اور اصل کاری میں کوئی حصہ نہیں لیتا اور نہ کوئی دخل دیتا ہے۔

اسپیشل انویسٹ منٹ اکاؤنٹ: (خصوصی اصل کاری کے کھاتے) بینک ملک کی حکومت یا کارپوریٹ گاہکوں سے اس پورٹ فولیو کے تحت سرمایہ قبول کرتا ہے اور یہ بھی المضاربہ اصول کے تحت ہوتا ہے لیکن اس کی اصل کاری اور منافع کی تقسیم کا تناسب اور شرح بذریعہ انفرادی مذاکرات طے ہوتی ہے سرمایہ کے انتظام کے پیش نظر بجز خصوصی اصل کاری کھاتہ کے تمام گاہکوں کے حسابات یکجا کر کے پول کر دیے جاتے ہیں اور اس پول سے ہی تمام سرمایہ مختلف اصل کاریوں یا سرمایہ کاریوں میں لگایا جاتا ہے۔ اس پول سے حاصل شدہ منافع میں سے نقصان (اگر نقصان ہوا ہو) کی رقم منہا کر کے باقی ماندہ منافع کو تینوں کھاتوں سے متعلق شرائط اور اصولوں کے مطابق ہر ڈپازٹر کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس تقسیم کا حساب ماہانہ بنیاد پر ہوتا ہے کیونکہ بینک ہر ماہ کے آخر میں اپنے حسابات کرتا ہے۔ یہ حسابات گزشتہ ماہ کی ۱۶ تاریخ سے بند مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک کے ہوتے ہیں۔ بینک اپنے بچت کھاتہ والے گاہکوں کو اختیاری منافع سال میں دو بار جنوری تا جون اور جولائی تا دسمبر کے حسابات پر دیتا ہے۔ اصل کاری کھاتہ کے گاہکوں کو ان کے ڈپازٹ کی میعاد کے اختتام پر منافع دیا جاتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔ اس کے علاوہ حکومت کے اصل کاری کے سرٹیفکیٹوں کے مطابق (جو مختصر مدت کے ہوتے ہیں) بینک حکومت کو قرض حسنہ کے طور پر بھی روپیہ دیتا ہے۔ اس پر جو انعام حکومت کی طرف سے بینک کو دیا جاتا ہے، وہ حکومت کی مرضی پر موقوف ہے۔ ان سرکاری سرٹیفکیٹوں کے علاوہ مختصر مدتی اصل کاری کا ایک اور ذریعہ اشیائے تجارت کی وعدہ خرید و فرخت ہے جو عموماً ایجنٹوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ڈپازٹوں کا بیشتر حصہ صنعتی سرمایہ کاری اور تجارتی سرمایہ کاری میں لگتا ہے جس سے کافی منافع حاصل ہوتا ہے۔ اس میں المضاربہ اصول کے تحت پراجیکٹ سرمایہ کاری کے مطابق بینک منصوبہ میں سو فی صدی سرمایہ لگاتا ہے۔ اس پراجیکٹ کا محرک اصل کار ہوتا ہے جو اس پراجیکٹ یا منصوبہ کا منتظم بھی ہوتا ہے اور اس کے انتظام میں بینک کوئی مداخلت نہیں کرتا لیکن بینک کو اس کی نگرانی اور حسابات کی چیکنگ کا اختیار ہے۔ اس منصوبہ سے حاصل شدہ منافع مذاکرات کے ذریعہ پیشگی طے شدہ کے مطابق باہم تقسیم کیا جاتا ہے۔ پراجیکٹ کی سرمایہ کاری المشارکہ اصول کے تحت بھی ہوتی ہے جو ایک جوائنٹ وینچر پراجیکٹ کے طور پر ہوتی ہے اس میں بینک پراجیکٹ کے منتظم کے ساتھ مل کر باہم رضامندی سے طے شدہ تناسب اور شرائط کے مطابق سرمایہ لگاتا ہے۔ باقی سرمایہ پراجیکٹ کے منتظم کو لگانا ہوتا ہے اور اس منصوبہ کے انتظام میں دونوں پارٹیاں برابر سے شریک ہوتی ہیں لیکن یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک پارٹی اپنے حق انتظام دوسرے کے حق میں ترک کر دے۔ بصورت منافع دونوں پارٹیاں طے شدہ شرح کے مطابق اور اپنے سرمایہ کے تناسب کے حساب سے باہم منافع تقسیم کر لیتی ہیں اور بصورت نقصان دونوں پارٹیاں اپنے حصہ کا نقصان برداشت کر لیتی ہیں۔

بینک ان افراد کی بھی مالی امداد کرتا ہے جو کوئی زمین یا جائیداد خریدنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس سرمایہ کی کمی ہے۔ بینک متعلقہ جائیداد پیشگی معاہدہ کے مطابق اس شخص کے لیے خریدے گا اور اسے اس شخص کو کرایہ پر دے گا۔ وہ شخص ہر ماہ کرایہ مع قیمت جائیداد کی مقرر قسط بینک کو دے دیا کرے گا۔ کرایہ کی رقم میں تخفیف، قیمت کی رقم میں قسط کی ادائیگی کے ساتھ تخفیف کے تحت ہوتی رہے گی یہاں تک کہ جب پوری قیمت ادا ہو جائے گی تو وہ جائیداد کا مالک بن جائے گا۔ کرایہ بینک کے منافع کے طور پر سمجھا جائے گا اور اقساط کی ادائیگی بھی ایک مدت معینہ کے اندر اندر ہو گی۔ یہ پوری کاروائی الاجارہ اصول کے تحت ہوتی ہے۔

ڈپازٹوں کا استعمال

بینک اپنے گاہکوں کو مختصر مدتی بنیاد پر تجارتی سہولیات بہم پہنچانے کے لیے بھی سرمایہ فراہم کرتا ہے یہ سرمایہ رواں سرمایہ کے طور پر ہوتا ہے یہ سہولیات سامان تجارت کی درآمد اور فروخت، مشینری اور برآمدی اشیاء کی برآمد، اسٹاک،

مال نامہ، فالتو پرزوں اور نیم تیار اشیاء کے حصول میں بھی امداد دیتا ہے۔ ان سہولیات میں شامل ہیں:

(الف) ساکھ پروانہ (لیٹر آف کریڈٹ) مطابق الوکالہ، المشارکہ اور المرابحہ اصولات۔ اس کے مطابق گاہک بینک کو اپنے ساکھ پروانہ کی ضروریات کی اطلاع دے کر بینک سے درخواست کرتا ہے کہ وہ متعلقہ ضروریات کی اطلاع دے کر بینک سے درخواست کرتا ہے کہ وہ متعلقہ مطلوبہ اشیاء خرید دے، درآمد کرے اور یہ وہ ان مطلوبہ اشیاء کے پہنچنے پر المرابحہ اصول کے مطابق ان کو بینک سے خریدنے پر رضامند ہے۔ اس پر بینک کی ساکھ پروانہ قائم کر کے اپنے سرمایہ سے متعلقہ غیر ملک کے بینک کو حاصلات ادا کرے گا۔ مال کے پہنچ جانے پر بینک ان اشیاء کو گاہک کو المرابحہ اصول کے مطابق فروخت پر دے دے گا۔ جس میں اشیاء کی اصل قیمت اور منافع، اخراجات وغیرہ کا حصہ شامل ہوتا ہے۔ گاہک اس کا بھگتان یا اسی وقت نقد کر دے گا یا ملتوی ادائیگی پر کرے گا۔

(ب) پروانہ ضمانت (لیٹر آف گارنٹی) الکفالہ اصول کے مطابق بعض مقاصد کے لیے بینک اپنے گاہک کو پروانہ ضمانت کی سہولیات فراہم کرتا ہے یہ پراونہ ضمانت کسی کام کے کیے جانے یا کسی قرض کی ادائیگی وغیرہ کی بابت جاری ہوتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ بینک ان سہولیات کے لیے گاہک سے مطالبہ کرے گا کہ وہ ایک مخصوص رقم کے ڈپازٹ بینک کے حوالے کرے جنہیں بینک الودیعہ اصول کے مطابق قبول کرے گا۔ اس خدمت کے لیے گاہک سے بینک کچھ نہیں چارج کرتا۔

(ج) رواں سرمایہ کاری مطابق اصول المرابحہ ذخیرہ، مالنامہ، اسٹاک، فالتو پرزوں یا نیم مکمل سامان، خام مال وغیرہ کی فراہمی کے لیے گاہک بینک سے سرمایہ کاری کی درخواست کرتا ہے اور بینک اس کو المرابحہ اصول کے مطابق سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ ان اشیاء پہلے بینک یا تو خود خریدتا ہے یا گاہک کو ہی اس سلسلے میں اپنا ایجنٹ بناتا ہے جو اس مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرید کر بینک سے اس کی قیمت کی ادائیگی کراتا ہے۔ بعد ازاں بینک ایک اقرار شدہ قیمت پر جس میں قیمت خرید اور منافع دونوں شامل ہوتے ہیں گاہک کو فروخت کرتا ہے اور گاہک کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اس قیمت کا بھگتان بالعموم تیس دن، ساٹھ دن، نوے دن (یا پھر جتنے بھی دن طے ہوں) کے ندر اندر کر دے۔

(د) ڈپازٹوں سے طویل مدتی اصل کاری

بینک اپنے گاہکوں کے ڈپازٹوں کا ایک مختصر حصہ (فی صد حصہ) طویل مدتی اصل کاری میں ایکوٹیز میں لگاتا ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع انہیں شریک کرتا ہے۔

(ہ) دیگر خدمات

شریعت کے متفرق اصولوں کے مطابق بینک اپنے گاہکوں کو حسب دستور عام نوعیت کی خدمات بھی پیش کرتا ہے مثلاً ترسیل و تبادلہ زر بصورت ڈرافٹ، ہنڈی وغیرہ۔ غیر ملکی زرمبادلہ کی خرید و فروخت اور کرنسی کا ایک دوسرے سے ایکس چینج۔ ٹریولز چیکس کی فروخت جو اندرون ملک اور بیرون ملک دونوں کے لیے ہوتے ہیں۔ اصل کاری رپورٹ فولیو انتظامیہ، متولی (ٹرسٹی) اور نامزد کمپنی سروس وغیرہ۔

(بہ شکریہ مجلہ بحث و نظر پٹنہ)

"ماہنامہ الشریعہ ۱۶ مئی ۱۹۹۹ء

نجم سیٹھی قادیانی ہے، فحش لٹریچر امپورٹ کرتا رہا

بھٹو دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو سیٹھی نے پاکستان کے خلاف مسلح بغاوت میں حصہ لیا

گیارہ مئی کو لاہور میں امریکن قونصل جنرل نے نجم سیٹھی کی حمایت میں جلوس نکالا ("دی نیوز" کی رپورٹ)

اسلام آباد (نیوز ڈیسک) نجم سیٹھی کا تعلق قادیانی فرقے سے ہے جو ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں غیر مسلم قرار پایا تھا۔ یہ انکشاف جنگ گروپ کے انگریزی روزنامہ "دی نیوز" نے ۱۶ مئی کی اشاعت میں کیا ہے۔ اخبار نے اپنی ایک خصوصی رپورٹ میں لکھا ہے کہ نجم سیٹھی نے بھٹو دور میں پاکستان کے خلاف مسلح بغاوت میں حصہ لیا۔ ضیاء دور میں فحش لٹریچر امپورٹ کرنے پر ان کے خلاف مقدمہ قائم ہوا لیکن ان کی اہلیہ جگنو کی خالہ زاد بہن سید عابدہ حسین نے یہ مقدمہ ختم کروایا۔ گیارہ مئی کو لاہور میں نجم سیٹھی کی حمایت میں نکالے جانے والے جلوس میں امریکی قونصلیٹ اور امریکن سینٹر کے ڈائریکٹر نے بھی شرکت کی۔ پاکستان میں امریکہ کے سفیر ولیم بی مائیلم یہ دھمکی دے چکے ہیں کہ اگر نجم سیٹھی کو رہا نہ کیا گیا تو صدر کلنٹن اپنا دورہ پاکستان ملتوی کر سکتے ہیں۔ "دی نیوز" کی اس رپورٹ سے تأثر ملتا ہے کہ بھٹو دور میں بلوچستان میں مسلح بغاوت کو قادیانیوں کی خفیہ حمایت حاصل تھی اس لیے امریکہ آج بھی نجم سیٹھی کی حمایت کر رہا ہے۔

فرائی ڈے ٹائمز کا ایڈیٹر خالد احمد بھی قادیانی ہے

اسلام آباد (خصوصی نامہ نگار) معلوم ہوا ہے کہ فرائی ڈے ٹائمز کا ایڈیٹر خالد احمد بھی قایانی ہے۔ خالد احمد بھٹو دور میں وزارت خارجہ میں تھا۔ لیکن ذوالفقار علی بھٹو کے حکم پر اسے فارغ کیا گیا تھا۔ وہ پاکستان انڈیا پیپلز فورم کا سرگرم رکن ہے۔ یاد رہے کہ نجم سیٹھی فرائی ڈے ٹائمز کا چیف ایڈیٹر ہے۔

(روزنامہ اوصاف، اسلام آباد ۱۷ مئی ۱۹۹۹ء)

[illegible] اہم کتابیں

مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ
(ابو عبیدہ نظام الدین) =/۱۰

قادیانیت شکن
(محمد طاہر رزاق) =/۵۷ روپے

قادیانی اسلام کے غدار (انگریزی)
(علامہ اقبال) =/۱۰ روپے

بخاری اکیڈمی: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

"رب کی دھرتی، رب کا نظام---------- تنظیم الاخوان

فلم انڈسٹری اور حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

آم کے آم، گٹھلیوں کے دام

لاہور (کلچر رپورٹر) اداکارہ انجمن کی فلم انڈسٹری میں باقاعدہ واپسی ہو گئی ہے۔ گزشتہ رات انہوں نے اپنی فلم "چودھرانی" کا افتتاح گلوکارہ عذرا جہاں کے گانے سے کیا۔ اداکارہ انجمن پانچ سال کے بعد جب ایور نیو سٹوڈیو میں داخل ہوئیں تو مین گیٹ پر فلمسازوں، ڈائریکٹروں، تکنیکی عملے اور پرستاروں نے ان کا زبردست خیر مقدم کیا۔ سٹوڈیو میں ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ مین گیٹ سے فوارے تک راستے کو گلاب کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ فوارے پر سٹیج بنایا گیا جس پر اداکارہ انجمن کی ایک بڑی تصویر لگائی گئی۔ افتتاح کے بعد مٹھائی تقسیم کی گئی۔ تقریب کے اختتام پر انجمن سٹوڈیو سے روانہ ہوئیں تو پرستار ان کی گاڑی کے آگے آ گئے۔ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے اداکارہ انجمن نے کہا کہ میں فلمی دنیا چھوڑ چکی تھی مگر فلمسازوں، ڈائریکٹروں اور پرستاروں نے اس قدر مجبور کیا کہ میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور فلم انڈسٹری میں واپس آ گئی۔ آج واپسی پر لوگوں نے جس طرح میرا خیر مقدم کیا، میں اس کی بڑی مشکور ہوں۔ خصوصاً ذوالفقار علی مانا، حسن عسکری اور ریاض بٹ کی، جنہوں نے مجھے "چودھرانی" بنایا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے پرستاروں نے ہی انجم سے انجمن بنایا۔ انہوں نے کہا کہ سلطان راہی اس ملک کے بڑے آرٹسٹ تھے۔ میں ان کی کمی پوری کرنے کی کوشش کروں گی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ ہم لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ فلم والوں کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اس تاثر کو زائل کرنے کے لیے آج میں اس تقریب میں ایک روحانی شخصیت کو لائی ہوں۔ یہ شخصیت تنظیم الاخوان کے سربراہ مولانا اکرم اعوان ہیں۔ مولانا اکرم اعوان نے کہا کہ "فلم سب سے بڑا ذریعہ ابلاغ ہے۔ فلم والوں کے پاس بہت زیادہ سننے والے اور دیکھنے والے ہوتے ہیں اس لیے فلم کو صرف وقت گزارنے یا غم غلط کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس ذریعے سے قوم کی تربیت کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ

ہمارے بچے مغرب کی بنائی ہوئی کارٹون فلمیں دیکھتے ہیں۔ بچوں نے سینوں پر بکی باؤس کی تصویر حس بنا رکھی ہیں۔ دراصل مغرب والے کارٹون فلموں کے ذریعے اپنے نظریات ہمارے بچوں پر مسلط کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری انڈسٹری کو بھی کارٹون فلمیں بنانی چاہئیں اور ان کے لیے ملا دو پیازہ، علی بابا کے موضوعات کافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری فلم انڈسٹری نے جن حالات میں غیر ملکی فلم انڈسٹریوں کا مقابلہ کیا، اس پر ہماری انڈسٹری قابل تحسین ہے"

(بحوالہ روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد)

دیدہ ور کے قلم سے

شوگر مل مالکان کی من مانی اور کاشتکاروں پر ظلم کی کہانی

شوگر مل مالکان کی زمینداروں کے ساتھ زیادتی کے مختلف طریقہ واردات دیکھنے میں آئے ہیں۔ شوگر مل جمال دین والی (ضلع رحیم یار خان) کے ایریا فتح پور پنجابی کے قریب ضلع راجن پور کی شوگر مل کی طرف سے کانٹا لگایا جاتا ہے۔ تاکہ زمینداروں کی سہولت کے لیے یہاں پر گنے کا بکنگ کر کے نقد رقم ادا کر دی جائے لیکن جمال دین والی شوگر مل کا عملہ وقتاً فوقتاً یہاں پہنچ کر زمینداروں کو پریشان کرتا ہے کہ ہمارے ایریا کا گنا ہماری ہی مل میں جائے۔ جب زمیندار جمال دین والی گنا پہنچاتا ہے تو پہلے پہل وزن کے کانٹے میں ہی فرق ہوتا ہے اور وزن کم بتایا جاتا ہے بعض زمینداروں نے اپنا گنا کسی دوسری جگہ سے وزن کرا کر لانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ گنے کا وزن کتنا کم بتایا جا رہا ہے۔ انہوں نے جب متعلقہ عملہ سے بات کی اور مطالبہ کیا کہ ہمیں گنے کا پورا وزن دیا جائے تو ان زمینداروں کو گالی گلوچ ہی نہیں بلکہ تھپڑ بھی رسید کر دیئے گئے اور یہ کہا گیا کہ ہم تو اپنے کانٹے کے وزن کے پابند ہیں۔ آپ اگر کہیں باہر سے اپنا گنا وزن کر آئے ہیں تو اس سے ہمیں کیا۔ اس کے علاوہ گنے کی فی ٹرامی سے ستر من سے لیکر سو من تک کے حساب سے کٹوتی کی گئی ہے۔ پھر ریٹ میں بھی فرق رکھا گیا ہے پینتیس کی بجائے تیس روپے فی من گنے کی قیمت ادا کی گئی اور پھر رقم کی ادائیگی اپنی مرضی کے مطابق ہوتی ہے۔ ابتداء میں جن زمینداروں کو پچھلے سال ادائیگی نہ ہوئی تھی اپنا گنا روکا تو انہیں نقد ادائیگی کا وعدہ کر کے گنا منگوایا گیا۔ ایک ماہ تک رقم کی ادائیگی سہولت سے ہوتی رہی لیکن پھر زمینداروں کی رقم کو روک دیا گیا اور اب تک زمیندار پریشانی کے عالم میں مارے مارے پھر رہے ہیں کبھی ۲۵ مئی اور کبھی یکم جون کے بعد ادائیگی کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ادھر زمیندار کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ نہری پانی کی قلت ہے اور کپاس کی کاشت کے لیے ٹیوب ویل چلانا پڑ رہا ہے رقم ہو گی تو ٹیوب ویل چلے گا جبکہ کاشت کا وقت بھی گزر رہا ہے اگر تاخیر سے کاشت ہوئی تو پھر جھاڑ پیداوار بھی صحیح نہ ملے گی لہذا زمیندار خسارے میں جائیگا اس کے علاوہ ایک اور بات ہے کہ مل کے باہر پرائیوٹ گنے کے خریدار موجود ہوتے ہیں اور وہ زمیندار کو کہتے ہیں کہ مل کے ریٹ سے دو روپے کم کے حساب سے مجھ سے رقم لے لو گنا میرے کھاتہ میں ڈال دو بعض زمیندار چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مجبوراً باہر گنا فروخت کر کے رقم لے لیتے ہیں ان خریداروں کی عملہ سے ملی بھگت ہوتی ہے اور وہ اسے فوری ادائیگی کر دیتے ہیں اور وہ زمیندار کو فوری ادائیگی کر دیتا ہے۔ زمیندار بے چارے کا کتنا نقصان ہوا کہ ستر سے سو من تک وزن کم اسے ملا اور پھر نرخ کے اعتبار سے بھی دو روپیہ کم سے کم فی من خسارا اٹھانا پڑا۔

مل مالکان زمینداروں کی رقم کی ادائیگی کا فوری طور پر بندوبست کریں، کہ چھوٹے زمیندار اگلی فصل بروقت کاشت کر سکیں اور اور مزید زمیندار اور ملک کو خسارہ نہ ہو۔

مل مالکان اس ظلم سے باز آجائیں اور غریب کی روزی پر لات نہ ماریں

○ پنجاب سے لڑکیوں کا اغواء اور سندھ میں ان کی فروخت صریحاً ظلم اور انسانیت کی تذلیل ہے

○ ترک خاتون رکن پارلیمنٹ کے سکارف پہننے پر شہریت ختم کرنا کرنا یہ عمل ہے۔

○ این جی اوز پر پابندی احسن اقدام ہے مگر اصل مجرم ادارے آزاد ہیں۔

(ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کے اجلاس کی قرار دادیں)

لاہور ۱۶، مئی (نمائندہ خصوصی) ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن آف پاکستان کی سنٹرل ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں منظور کی گئی ایک قرار داد میں پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبوں سے نوجوان لڑکیوں کو اغواء کر کے سندھ کے علاقہ تھرپارکر لیجا کر انہیں فروخت کرنے کی شکایات پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے صریحاً ظلم، انسانیت کی تذلیل اور حقوق انسانی کا بدترین استحصال قرار دیا گیا اور اس کی پرزور مذمت کی گئی

ایچ آر پی کا یہ اجلاس آج یہاں گلبرگ میں میاں محمد اویس کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا جس کی صدارت فاؤنڈیشن کے چیئرمین چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کی۔ اجلاس میں ملک بھر سے سنٹرل ورکنگ کمیٹی کے ارکان نے شرکت کی جب کہ اجلاس سے فاؤنڈیشن کے وائس چیئرمین جناب عبدالرشید ارشد۔ سیکرٹری جنرل شجاعت علی مجاہد۔ سیکرٹری اطلاعات خالد لطیف گھمن، سیکرٹری فنانس میاں محمد اویس کے علاوہ ممتاز صحافیوں اور دانشوروں سید محمد کفیل بخاری (ملتان) پروفیسر شاہد کاشمیری (لاہور) محمد محسن علی (سیالکوٹ) نے بھی خطاب کیا۔ اجلاس میں درج ذیل قرار دادیں منظور کی گئیں۔

(۱) ملک کے قومی اخبارات میں شائع شدہ بعض با اثر سیاستدانوں کے گھناؤنے کردار کی طرف توجہ دلائی گئی جس میں بتایا گیا کہ ان با اثر سیاستدانوں کی زیر سرپرستی پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبوں سے نوجوان لڑکیوں کو مختلف حیلوں بہانوں سے ورغلاء کر اغواء کر کے سندھ کے علاقہ تھرپارکر میں انہیں لے جا کر ان کی عصمت دری کی جاتی ہے اور پھر انہیں آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی خرید و فروخت کا یہ گھناؤنا کاروبار عرصہ دراز سے جاری ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ کئی دفعہ وفاقی و صوبائی حکومتوں کی توجہ اس طرف دلائی گئی لیکن حکومت تذلیل انسانیت کے اس قبیح جرم کو روکنے میں مکمل طور ناکام ثابت ہوئی ہے۔ قرار داد میں صدر مملکت وزیراعظم، گورنر سندھ، وزیراعلیٰ پنجاب سے پرزور مطالبہ کیا گیا کہ ان با اثر سیاستدانوں کے اس گھناؤنے کاروبار کے خلاف فوری اور سخت ایکشن لیکر اس کا انسداد کر کے حقوق انسانی کا تحفظ کیا جائے۔

(۲) ترکی کے صدر اور وزیراعظم کی طرف سے ترک پارلیمنٹ کی خاتون رکن "میروکاواکی" کے سکارف پہننے کے جرم میں اس کی ترک شہریت ختم کرنے کی بھی پرزور مذمت کرتے ہوئے اسے اسلامی اقدار کی توہین اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دیا گیا اور اس کی مذمت کرتے ہوئے اس فیصلہ کو واپس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔

(۳) حکومت کی طرف سے پنجاب کی ۱۹۴۱ بوگس اور نام نہاد این جی اوز پر پابندی کے اقدام کو سراہتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب اور صوبائی وزیر سماجی بہبود پیر بنیامین رضوی کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اسے حکومت کا ایک

بقیہ ص ۲۰ پر

شمس الاسلام بہاری

"شرم تم کو مگر نہیں آتی ...."

بھٹو حکومت کے انجن چور وزیر ریلوے میاں عطاء اللہ کی ہفوات

یادش بہ شر میاں عطاء اللہ صاحب جو اقتدار کے زخم خوردگان میں سے ہیں نے ۹، مئی ۱۹۹۹ء کے "اوصاف" میں گئے دنوں کی تلملاتی دھوپ کے جلے بھنے چھاؤں کی تلاش میں "اوصاف" کی چھتری تلے چھپے راگ باگھوری الاپتے بھٹو کی بغل سے نکل کر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے دامن ابیض پر غلیظ چھینٹے پھینکنے کی ناتمام کوشش کی ہے۔ یعنی آسمان کی طرف منہ کر کے تھوکنے کی مشق کی ہے۔

دیکھو گے برا حال "اکابر" کے عدو کا
منہ پر ہی گرا جس نے بھی مہتاب پر تھوکا

میاں صاحب نے ابکائی کی ہے کہ:

"عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائداعظم سے ملاقات کی اور کہا ہماری جماعت آپ کے ساتھ شامل ہونا چاہتی ہے لیکن احرار کے لئے (۹۰) نوے ہزار روپے فنڈ کا اعلان کرنا ہوگا"

میاں صاحب کی معلومات اس معاملے میں زیرو سے بھی نیچے ہیں۔ ۸، جون ۱۹۳۶ء کو ایک میٹنگ لاہور میں ہوئی جس میں بحیثیت جماعت، احرار اور جمعیتہ علماء کو بھی دعوت دی گئی۔ مشترکہ پلیٹ فارم سے الیکشن کے لیے کام ہوتا رہا۔ لیکن "یورپئین" مسلمانوں کے رویے ایسے تھے جن کے ساتھ نباہ مشکل تر تھا۔ اس لئے احرار اور جمعیتہ لیگ سے الگ ہو گئے۔ میاں صاحب اپنی جہالت دور کر لیں کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی مسٹر جناح سے تمام عمر ملاقات نہیں ہوئی۔ میاں صاحب کے بقول اگر ملاقات ہوئی ہے تو وہ ریکارڈ سامنے لائیں۔ وہ یقیناً یہ ثابت نہ کر سکیں گے۔

احرار رہنماؤں کی مسٹر جناح سے پہلی ملاقات انہی کی خواہش پر لاہور میں ڈاکٹر عبدالقوی لقمان کی رہائش گاہ پر ہوئی جب وہ انتخابات کے سلسلہ میں دیگر مسلم جماعتوں کا تعاون حاصل کرنے لاہور آئے تھے۔ اور سر شفیع لیگ نے انہیں لاہور ہی میں جلسہ کرنے سے جبراً روک دیا تھا۔ اس ملاقات میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا مظہر علی اظہر شریک تھے۔ جبکہ چودھری افضل حق تنظیمی مصروفیات کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور جناح صاحب کے نام اپنے ایک خط میں چودھری صاحب نے اپنی ملاقات نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔

جناح صاحب کی دوسری ملاقات دفتر لاہور میں ہوئی جب وہ خود تشریف لائے اور مولانا حبیب الرحمٰن سے گفتگو ہوئی۔ جناح صاحب نے لاہور میں جلسہ کرنے کے لیے اور انتخابات میں مسلم لیگ سے تعاون کے لیے احرار سے درخواست کی۔ مجلس احرار کے کارکنوں نے سر شفیع کا چیلنج قبول کرتے ہوئے جناح صاحب کا جلسہ کرایا۔ اور اس جلسہ کی بہت بھاری قیمت تحریک مسجد شہید گنج کی صورت میں ادا کی۔

تیسری ملاقات بھی صرف مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ہی کی جو دہلی میں جناح صاحب کی رہائش پر ہوئی۔ مجلس احرار، مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں شامل ہوئی مگر لیگ میں شامل انگریز کے ٹوڈیوں کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے جناح کو صاف کہہ دیا کہ احرار کے ساتھ ہم نہیں چل سکتے۔ لہذا ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ احرار کو پارلیمنٹری بورڈ

سے الگ ہونا پڑا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "اکابر احرار اور محمد علی جناح" از تاج الدین لدھیانوی۔ "مجلس احرار اور تاریخی تحریف کی یلغار" از تاج الدین لدھیانوی، شورش کاشمیری۔ "احرار اور مسلم لیگ" از محمد رفیق اختر "تحریک مسجد شہید گنج" از جانباز مرزا۔

مسٹر جناح کو جب اپنے ساتھیوں کے خیالات کا علم ہوا تو دفتر احرار میں ملاقات کے دوران مولانا حبیب الرحمٰن سے فرمایا:

"میں چاہتا تھا کہ آپ بھی میرے ساتھی بنیں مگر جب میرے اپنے بعض ساتھی آپ کے ساتھ نہ چل سکیں تو کیا کیا جائے"۔

دہلی میں ہونے والی آخری ملاقات میں مسٹر جناح نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بازو سے پکڑ کر فرمایا:

مولانا میرا ساتھ دیجیے۔ پھر دیکھئے میں کیا کرتا ہوں۔"

مولانا نے برجستہ جواب دیا:

"آپ نے مجھے بازو سے پکڑا ہے۔ آپ چھوڑ تو نہیں دیں گے؟ آپ کے موجودہ ساتھی ہمیں برداشت کر لیں گے؟ کہیں پھر شفیع لیگ کا مردہ زندہ نہ ہو جائے اور آپ اپنے ساتھیوں ہی کی وجہ سے دوسری الجھن میں پھنس جائیں۔ آپ اچھی طرح سوچ لیں"

مولانا حبیب الرحمٰن کی روایت ہے کہ مسٹر جناح سے آخری ملاقات خوشگوار ماحول میں ہوئی اور انہوں نے دوبارہ ملاقات کی خواہش بھی ظاہر کی مگر لیگی ٹوڈیوں نے حالات ایسے بگاڑے کہ......ع

اس کشمکش میں ٹوٹ گیا رشتہ جاہ کا

میاں عطاء اللہ بھٹو دور میں وزیر ریلوے تھے تو "انجن چور" مشہور تھے۔ وہ بھٹو حکومت کے خاتمے کے بعد ایسے غائب ہوئے کہ ۲۳ برس بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اپنے قائد سے کیا خوب وفا کی ہے؟ آج ان کے پیٹ میں نام نہاد حب الوطنی کا مروڑ اٹھا ہے تو اس کا علاج دوسرا ہے۔ آزادی کے ہیروز اور ملک و ملت کے محسنوں پر کیچڑ اچھالنے سے وہ اپنی چوریوں، بد دیانتیوں اور غلاظتوں کو نہیں چھپا سکتے۔ انہیں اپنی جہالت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگنی چاہیے۔ حد تو یہ ہے کہ انہوں نے داڑھی رکھ کر چوری کی ہے اور جھوٹ بھی بولا ہے۔ ان کی داڑھی تو سفید ہو گئی مگر دل کی سیاہی نہ گئی۔ ریلوے انجنوں کی گڑگڑاہٹ اور بے نظیر کی سرسراہٹ میں انہیں عطاء اللہ شاہ بخاری کیسے دکھائی دیں؟ میاں صاحب نہ تو مورخ ہیں نہ تاریخ کے طالب علم بلکہ سرے سے طالب علم ہی نہیں۔ لوگ انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور ان کے مبلغ علم سے بھی واقف ہیں۔ اس باب میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر ان کی اصلاح کے لیے حضرت آغا شورش کاشمیری کے ایک مضمون سے اقتباس نقل کرتا ہوں کہ میاں صاحب کچھ دن آغا شورش مرحوم کی جوتیوں میں بھی بیٹھتے رہے ہیں۔ شورش مرحوم نے یہ مضمون میاں صاحب ہی کے ایک پیش رو ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کی اسی قسم کی ہرزہ سرائی کے جواب میں لکھا تھا۔ شاید اس گواہی سے میاں صاحب کی جہالت دور ہو سکے اگرچہ ان کا آئیڈیل ابوجہل ہے

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

"ماں نے وہ انسان ہی پیدا نہیں کیا جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور چودھری افضل حق کے اس "رضاکار" کو خرید سکے۔ تو پھر ان بزرگوں کا سودا کر کون ہو سکتا تھا۔ اور وہ کون سے کباڑیے تھے جن کے مال غنیمت پر ان کی نگاہ تھی۔ یہ لوگ فقر و استغنا کے پیکر تھے۔ انہوں نے عمر بھر دولت سے نفرت کی وہ لوگ جو ان کے اخلاص و استقامت پر حملہ زن ہوتے ہیں۔

انہیں غالباً معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے ہمیشہ انہیں اس طرح سمجھا گویا بہ قول اقبال یہ لوگ پیدا نہیں ہوئے۔

شورش کاشمیری جب درباروں کی مخلوق کو پتھروں کے ڈھیر سمجھتا ہے۔ تو ان لوگوں کی غیرت کا آپ اندازہ ہی نہیں کرسکتے جن میں ابوذر غفاری کی حمیت اور عمر بن خطاب کی استقامت تھی۔

اس قسم کی روایتوں کے واضعین کے متعلق ایک فیصلہ قرآن کا بھی ہے۔

لعنته الله على الكاذبين

توقع کی جاسکتی ہے کہ موصوف (ڈاکٹر عاشق بٹالوی) آئندہ خامہ فرسائی کے شوق میں ان باتوں کے تحریر کرنے سے اجتناب برتیں گے۔ جن کے وجود پر بے سروپا ہونے اطلاق ہوتا ہے۔ جن کے وہ راوی نہیں مصنف ہیں۔

(ہفت روزہ "چٹان" شمارہ نمبر ۱۸ جلد ۲۰ مورخہ یکم مئی ۱۹۶۷ء)

بقیہ از ص ۳۶

آپ کا وفادار رہوں گا، بھٹو صاحب نے کہا کہ تم میرے وفادار تو رہو گے لیکن آئین سے وفاداری کا حلف بھی اٹھائیں ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ بھٹو صاحب میں آپ کے پاؤں چومنا چاہتا ہوں۔۔۔"

میاں عطاء اللہ صاحب کی ہرزہ سرائی پڑھ لیجئے اور اس کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیجئے۔

میاں عطاء اللہ صاحب اس وقت نابالغ تھے جب سید عطاء اللہ شاہ بخاری بقول ان کے ۹۰ ہزار کا مطالبہ کر رہے تھے۔ میاں عطاء اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک نظر دیکھا ہوتا تو آج وہ اس درویش پر یہ تہمت نہ لگاتے جو نصف صدی تک کسی بدترین دشمن کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی "کھل کر پاکستان کی مخالفت کرنے" کا کسی مستند کتاب سے حوالہ دیا ہوتا ہے۔ میاں صاحب کو شاید پاکستان کی حمایت میں "دو قومی نظریہ" پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ کاش میاں صاحب پڑھے لکھے لوگوں کا طرز اپناتے اور اپنی ہر بات کی تائید میں تاریخ کی کتب سے مستند حوالے پیش کرتے کہ فلاں وقت فلاں نے چرس، ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر کو وسعت دے کر اتنی دولت کمائی اور سوس بنک میں رکھی فلاں فلاں ایجنسی نے اس کی تصدیق کی ہے ملاحظہ ہوں فلاں فلاں حوالہ جات، ہم سمجھتے کہ میاں صاحب باتدبیر صاحب علم وزیر ہیں۔

میاں عطاء اللہ صاحب چونکہ شکل و شباہت سے اسلام پسند نظر آتے ہیں اور شاید ان کی خواہش ہو گی کہ بارگاہ رب العزت میں شرمسار نہ ہوں، میاں صاحب سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طعنے دینے، برے ناموں سے پکارنے سے قرآن میں منع فرمایا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ضیاء الحق کی موت ایسی آئی کہ گھر والوں کے پاس کوئی شناخت نہ رہی، مونچھوں والا جرنیل، یہ کسی سلجھے مسلمان کا طرز تکلم نہیں ہے۔

میاں صاحب ہر بات یوں کرتے ہیں جیسے وہ ہمزاد کی طرح ہر لمحہ قائداعظم اور بھٹو کے ساتھ رہے خصوصاً جب ضیاء الحق بھٹو کے پاؤں چومنا چاہتے تھے۔ جو شخص ہر لمحہ قرآن جیب میں رکھتا تھا جس پر میاں صاحب خود گواہ ہیں اور جس کا ماضی گواہ ہے کہ جرنیل بننے تک اس نے کسی کے ہاتھ نہ چومے وہ بھٹو کے پاؤں چومنا چاہتا تھا۔ لعنت ہے ایسی "سچائی" پر میاں صاحب کے بقول پھر میں نے بھی جرنیل بنانے کی تائید کر دی اس پر ہمیں ایک لطیفہ یاد آتا ہے کہ کسی ڈپٹی کمشنر کے چپراسی کی بیوی کوارٹروں میں رہنے والوں کو سنا کر اکثر کہا کرتی تھی "نھنے دا ابا دورے تے گیا اے تے ڈپٹی سی وی نال ای گیا اے" یعنی دورہ ڈی سی کا نہیں چپراسی کا ہے۔ یہی حال میاں صاحب کا ہے۔ "ضیاء الحق خوف زدہ اور ڈرپوک حکمران"؟ اس کا "ثبوت" اس نے افغانستان میں روس جیسی سپر پاور تباہ کر کے مہیا کر دیا تھا۔

عبدالرشید ارشد (جوہر پریس جوہرآباد)

فرمایا میاں عطاء اللہ نے!

پاکستان ہائی کورٹ کے ایک سابق چیف جسٹس ایم آر کیانی صاحب نے، انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر بموجب رپورٹ نوائے وقت لاہور فرمایا تھا کہ "بچو! ہم نے بزرگوں سے سنا تھا کہ ماضی میں وزیر باتدبیر ہوا کرتے تھے مگر آج کے دور میں وزیر کا باتدبیر ہونا ضروری نہیں ہے۔ اب وزیر بے تدبیر دیکھنے کو ملتے ہیں۔" جناب رستم کیانی صاحب نے کس قدر سچی بات کہی تھی کہ ہمارے دور کے کم و بیش وزیر نے اس سچائی کی لاج رکھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ انہی میں سے ایک سابق وزیر میاں عطاء اللہ صاحب ہیں۔

۹، مئی کے آف ڈے اوصاف، میں میاں عطاء اللہ صاحب نے اپنے انٹرویو میں اپنے وزیر بے تدبیر ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ میاں عطاء اللہ صاحب کا انتہائی خوبصورت باریش چہرہ دیکھ کر ان کی اسلام سے وابستگی کا شبہ ہوتا ہے مگر ان کے انکشافات اس وابستگی کی نفی کرتے ہیں کہ جھوٹ اور ایمان اکٹھے ایک قالب میں کبھی نہیں رہتے اس پر امت کا اجماع ہے۔ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں۔

میاں عطاء اللہ صاحب نے بہت کچھ فرمایا مگر ہم دو تین فرامین کو علم و دیانت کی کسوٹی پر قارئین اوصاف کے سامنے محض ریکارڈ کی درستی کے حوالے سے رکھیں گے۔ خود میاں صاحب ان جملوں کو مسلمان دل و دماغ کے ساتھ پڑھیں تو انہیں اپنے الفاظ سے گھن آئے گی۔ اسلام کی مسلمہ تعلیمات کو ایک لمحہ کے لئے اگر نظر انداز کر بھی دیں تو عمومی اخلاق بھی غیبت کا بہتان اور جھوٹ کی اجازت نہیں دیتا۔ اور عقل مند لوگ، اس دنیا سے چلے جانے والے لوگوں کے لئے بہت ہی محتاط زبان استعمال کرتے ہیں کہ غیر محتاط زبان جہنم کا زادِ راہ ہے۔

انٹرویو میں میاں عطاء اللہ صاحب کی جن باتوں کو ہائی لائٹ کیا گیا وہ یہ ہیں۔

* عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائداعظم سے تعاون کے لئے ۹۰ ہزار مانگ لیئے
* ایجنسیوں کی رپورٹیں تھیں کہ ضیاء الحق جماعت اسلامی کا آدمی ہے۔

مولانا مودودی نے قائداعظم کی کھل کر مخالفت کی تھی،

* ضیاء الحق نے چرس، ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر متعارف کرایا، بہت خوفزدہ اور ڈرپوک حکمران تھا۔
* پاکستان کو سب سے زیادہ نقصان مولویوں نے پہنچایا، وغیرہ

اس سارے قصے میں چلتے چلتے میاں عطاء اللہ اپنی مومنانہ بصیرت کو زحمت دیتے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو بھی بیچ چوراہے گھسیٹ لائے، فرماتے ہیں "جنرل ضیاء الحق کو قیام پاکستان کے بعد کمشن ملا تھا اور وہ بہت جونیئر جرنیل تھے، ایجنسیوں کی رپورٹیں تھیں کہ جنرل ضیاء الحق جماعت اسلامی کا آدمی ہے۔ مولانا مودودی نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی تھی مگر جب ذوالفقار علی بھٹو نے مسلسل یہی بات کہی کہ میں اس مونچھوں والے کو کمانڈر انچیف بناؤں گا" تو پھر میں نے بھی اس کی حمایت کر دی"--- آدھ گھنٹہ کے انتظار کے بعد جب بھٹو نے ضیاء الحق کو (کمانڈر انچیف کی خوشخبری کے بعد) دوبارہ بلایا تو ضیاء الحق نے جیب سے چھوٹا قرآن پاک کا نسخہ نکالا اور کہا کہ میں اس پر حلف دیتا ہوں کہ

بقیہ ص ۳۵ پر

(عبداللہ بٹ)

بطلِ حریت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

(یکم جون ۱۸۹۷ء - ۲۱ جون ۱۹۶۷ء)

جن لوگوں کو ہند و پاکستان کی تاریخ سے تھوڑی بہت دلچسپی رہی ہے۔ ان کے لیے شیخ حسام الدین کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اکہتر برس تک زندہ رہے اور زندگی کی ساری مدت بھر پور جدوجہد میں صرف ہوئی۔ بھاری جسم، قامت پست ہوتے ہوتے رہ گئی تھی۔ آواز میں رعب اور دبدبہ جب تقریر کرتے تو اس کی گھن گرج سے دل ہل جاتے تھے۔ تن کر چلتے اور اکڑ کر بات کرتے۔ مزاج بچپن سے لیڈرانہ تھا۔ جو بات منہ سے نکل گئی بس پتھر پر لکیر ہو گئی۔ غصے میں آجاتے تو ذرا سی خطا پر بگڑ جاتے۔ اور جو معاف کرنے پہ آتے تو بڑے بڑے دشمنوں کو سینے سے لگا لیتے۔

نہال سرکش و گل بے وفا ولالہ دو

دریں چمن بچہ امید آشیاں بندم

سیاست کے جھمیلوں سے جو وقت بچتا وہ شعر و ادب کی محفلوں میں بسر ہوتا۔ انہیں سینکڑوں شعر یاد تھے۔ جہاں کہیں کوئی اچھا شعر سنا اسے اپنی بیاض میں نقل کر لیتے۔ پھبتی کسنے میں بڑے مشاق تھے اور لطف یہ ہے کہ پھبتی سننے کی بھی ہمت رکھتے تھے۔

شیخ حسام الدین یکم جون ۱۸۹۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی گرو کی نگری میں ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے خالصہ کالج امرتسر سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ کالج کے زمانے سے ہی سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ جب ۱۹۱۸ء میں رولٹ ایکٹ کے خلاف آل انڈیا ہڑتال کرائی گئی تو آپ امرتسر کی والنٹیئر کور کے انچارج تھے۔ ان دنوں امرتسر سیاسی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے علاوہ خلافت کمیٹی کا مخصوص اجلاس بھی اسی مقام پر منعقد ہوا تھا۔ ہندوستان بھر کے چوٹی کے لیڈر اس شہر میں جمع تھے۔ موتی لال نہرو، سروجنی نائیڈو۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ پنڈت جواہر لال۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو، ڈاکٹر انصاری، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا عبد القادر قصوری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مفتی کفایت اللہ اور چودھری افضل حق کے علاوہ کئی دوسرے زعماء بھی موجود تھے۔ نوجوان شیخ حسام الدین لیڈروں کے اس گلدستے میں امرتسر مسلم لیگ کے سیکرٹری کی حیثیت سے مہک رہے تھے علامہ اقبال مرحوم نے اسی اجتماع میں وہ مشہور و معروف رباعی ارتجالاً ارشاد فرمائی جس کا مصرعہ اول یہ ہے۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند

اسی تاریخی شہر میں جب لارڈ چیمسفورڈ کے متعلق قرارداد پاس کی گئی تو ہماری سیاسی زندگی کے درویش اعظم مولانا حسرت موہانی مرحوم نے اس قرارداد کی تائید میں صرف یہ شعر ارشاد فرمایا

تو جو جانے پہ ہو راضی تو ترے سر کی قسم

کر کے چندہ ابھی لے دوں تجھے لندن کا ٹکٹ

جب ۱۹۲۱ء میں کانگریس نے عدم اعتماد اور عدم تشدد کی قرارداد منظور کی تو شیخ حسام الدین نے امر تسر میں نیشنل والنٹیئر کور کی تشکیل کی جو ۱۹۲۲ء میں خلاف قانون قرار دے دی گئی اور شیخ صاحب کو ڈیڑھ سال قید کی سزا ہوئی۔ شیخ صاحب کے خاندان کے دوسرے افراد تجارت پیشہ تھے ان پر سرکاری دباؤ ڈالا گیا اور انہیں ہر ممکن طریقہ سے تنگ کرنے کی کوشش کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ صاحب کو گھر والوں نے بھی جواب دے دیا۔ اور ان کے سر پر صرف اپنے سیاسی عقیدے کا سایہ باقی رہ گیا۔ اس قید کے دوران وہ انبالہ، لاہور اور دھرم سالہ جیلوں میں رہے۔ جہاں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، لالہ لاجپت رائے اور چودھری افضل حق مرحوم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ جب شیخ صاحب جیل سے رہا ہوئے تو ملک کی فضا فسادات کی وجہ سے مکدر ہو چکی تھی۔ شیخ صاحب نے امر تسر کی غلہ منڈی میں آڑھت کی دکان شروع کی۔ اور اس طرح پنجاب یونیورسٹی کا یہ گریجوایٹ اپنی روزی کی طرف سے بے فکر ہو گیا۔

۱۹۲۵ء میں وائسرائے ہند نے امر تسر کا دورہ مقرر کیا، امر تسر کی انجمن اسلامیہ نے وائسرائے بہادر کے پُرجوش استقبال کا فیصلہ کیا لیکن شیخ حسام الدین نے رائے عامہ کو بیدار کرنا شروع کیا۔ جس کے باعث انجمن اسلامیہ کا یہ نیک ارادہ متذبذب ہو گیا۔ چنانچہ شیخ صاحب پر دفعہ ۱۷ کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن اس دفعہ وہ سزا سے بچ نکلے۔

۱۹۲۶ء میں راجپال ایجی ٹیشن شروع ہوئی۔ پنجاب کے وہ مسلم زعماء، جو بعد میں مجلس احرار کی شکل میں نمودار ہوئے۔ اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ ان زعماء کی مسلسل کوششوں سے وہ قانون پاس ہوا جس کے باعث مذہبی رہنماؤں کی توہین جرم قرار دیدی گئی۔

۱۹۲۷ء میں جب سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا گیا تو سر محمد شفیع مرحوم نے علیحدہ مسلم لیگ قائم کر لی جسے عام طور پر "شفیع لیگ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن اس جھگڑے میں شیخ حسام الدین اور دوسرے حریت پسند عناصر نے مسٹر محمد علی جناح کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "شفیع لیگ" نے دہلی میں سر ظفر اللہ (قادیانی) کی صدارت میں اجلاس منعقد کرنا چاہا وہ نہ ہو سکا۔ اس عرصہ میں نہرو رپورٹ آچکی تھی اور ملک کی مختلف سیاسی جماعتیں اپنے نظریات کی تعیین میں مصروف تھیں۔ لکھنؤ میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد ہو چکی تھی اور مسٹر جناح کے شہرہ آفاق "چودہ نکات" تشکیل پذیر ہو چکے تھے۔ ملک کے اس سیاسی پس منظر میں مارچ ۱۹۲۹ء کو لاہور میں حریت پسند مسلم زعماء کی ایک عظیم کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے کی۔ اس اجلاس میں مجلس احرار کی تشکیل، جداگانہ انتخاب کی حمایت کا فیصلہ کیا گیا۔ مجلس احرار کی تشکیل مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں ایک نئے باب کا افتتاح تھا۔ اب اس تحریک نے تقویت حاصل کی تو حریت پسند عناصر نے اسے ختم کرنے کے مختلف منصوبے بنائے اور مختلف طریقوں سے سادہ دل مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر کے اس عظیم جماعت کی کمر توڑ کے رکھ دی۔

۱۹۳۰ء میں جب نمک کی ستیہ گرہ شروع کی گئی تو شیخ حسام الدین بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اور انہیں گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔ اسی جیل میں خان عبدالغفار خان کو آمادہ کیا گیا کہ وہ سرخپوش تحریک کو کانگریس کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ جہاں یہ جماعت کانگریس کے والنٹیئر کی حیثیت سے کام کرے گی۔ شیخ حسام الدین نے قید و بند کے دوران "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ" کے عنوان سے انگریزی کتاب OTHER SPE OF THE MEDAL کا ترجمہ کیا۔ اور جب دس ماہ بعد گاندھی ارون پیکٹ ہوا تو ان کی رہائی عمل میں آئی۔

ہندوستان بھر میں مجلس احرار پہلی سیاسی جماعت تھی جس نے ریاستوں کے مسئلہ پر ایجی ٹیشن شروع کی اور کانگریس انگریز ہندو پریس اور رجعت پسند مسلم پریس کی مخالفت کے باوجود ۱۹۳۱ء میں کشمیری عوام پر ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف ستیہ گرہ شروع کیا۔ اس عظیم تحریک میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ۲۷ ہزار اور احرار کے مطابق ۵۰

۔۔ افراد قید ہوئے۔ اور ۲۱ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

اس تحریک کا اثر یہ تھا کہ گلانسی کمیشن کی تشکیل کی گئی۔ جس نے بعد ازاں ریاستوں کے لیے حق خود ارادیت کو ۔۔ کیا۔ کانگریس نے ریاستوں کے لیے سٹیس کانگریس کی تشکیل کی اور سر محمد شفیع نے گول میز کانفرنس میں اس تحریک کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے جذبہ قربانی کو سراہا۔ شیخ حسام الدین نے اس تحریک میں ایک سال جیل کاٹی۔

۱۹۳۵ء میں شیخ حسام الدین کو یوم فلسطین کے سلسلہ میں ایک سال کی سزا ہوئی اسی سال مجلس احرار کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے شہید گنج کا قضیہ شروع کر دیا گیا اور سر فضل حسین کا تیر عین نشانہ پر بیٹھا اور مجلس احرار کا اقتدار خاک میں مل گیا۔ جب ۱۹۳۷ء میں مجلس احرار انتخابات کے میدان میں کودی تو اسے شکست فاش ہوئی۔ ان انتخابات کے سلسلہ میں محمد علی جناح صاحب نے مجلس احرار سے مل کر یونی نیسٹ پارٹی کو شکست دینا چاہی لیکن اس وقت پنجاب مسلم لیگ میں بعض عناصر ایسے تھے جو سر سکندر حیات خان کے اشارے پر ناچ رہے تھے۔ چنانچہ ان کی سازشوں کی وجہ سے جناح اور احرار کا بیکٹ عملی جامہ نہ پہن سکا۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو ہندوستان کی مرضی کے خلاف جنگ میں شمولیت کا اعلان کر دیا گیا۔

اس پر مجلس احرار نے اس اعلان کی مخالفت کا فیصلہ کیا۔ شیخ حسام الدین اس وقت مجلس احرار کے صدر تھے چنانچہ انہوں نے ملک کا طوفانی دورہ کیا جس کی پاداش میں انہیں یکے بعد دیگرے اڑھائی سال کی سزا ہوئی جسے بعد میں ہائیکورٹ نے صرف ایک سال قید میں تبدیل کر دیا لیکن ہائیکورٹ کا یہ فیصلہ اس وقت ہوا جب شیخ صاحب ڈیڑھ سال قید بھگت چکے تھے۔

جب لڑائی ختم ہوئی تو پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی مجلس احرار وزارتی مشن کی تجاویز کو بعض تحفظات کے ساتھ قبول کرنا چاہتی تھی۔ جب کانگرس نے ہندوستان میں عبوری حکومت قائم کی تو مجلس احرار کو بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ شیخ صاحب کانگریس ہائی کمان کے ساتھ گفت وشنید کرنے گئے اور آپ نے صاف صاف کہہ دیا۔

"مسلمانوں نے انتخابات کے ذریعہ اپنا فیصلہ مسلم لیگ کے حق میں کردیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے نمائندوں کے طور پر مجلس احرار عبوری حکومت میں شریک نہیں ہو سکتی ہاں اگر صرف مجلس احرار کے نمائندوں کی حیثیت سے پیش کی جائے تو اس پر غور ہو سکتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے سیاسی زندگی سے قریباً کنارہ کشی کرلی اور مجلس احرار نے اپنے آپ کو صرف مذہبی امور تک محدود کر لیا۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپ کو چھ ماہ کی سزا ہوئی۔ آپ پاکستان میں حزب اختلاف کی نشوونما کو لازمی تصور کرتے تھے۔ نیز پاکستان کے مشرقی اور مغربی بازوؤں کے درمیان نزدیکی رابطہ کو ملک کے سیاسی استحکام کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ اسی غرض سے آپ نے عوامی لیگ، میں شرکت کی مگر جب حالات نے ساتھ نہ دیا تو ایک مرتبہ پھر گوشہ نشینی اختیار کر گئے۔

۱۹۶۲ء میں مجلس احرار نے آپ کو دوبارہ اپنا صدر منتخب کرلیا اور آپ تادم واپسیں اس عہدہ پر فائز رہے۔

دمہ کا مرض پرانا تھا۔ مگر اس کا قوت ارادی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ دو مرتبہ ہسپتال میں داخلہ لیا۔ مگر دن پورے ہو چکے تھے۔ اور آخر ۲۱ جون ۱۹۶۷ء کی صبح کو آپ عارضی علائق سے رشتہ توڑ کر خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔

تحریر: امین الدین انصاری۔ لاہور

تحریک خلافت، تحریک آزادی، تحریک تحفظ ختم نبوت کے عظیم راہنما

مدبر احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ

امیر احرار ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم نے ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ کا یہ آٹوگراف قارئین نقیب ختم نبوت کیلئے عطاء فرمایا (مدیر)

از گفتن تا کردن بسیار منزلہاست

تاج الدین انصاری

24/3/66

یہ قانون قدرت ہے کہ جب قومیں اپنے نظریہ حیات، منشور اور اقدار سے انحراف اور اپنی بقاء کے تقاضوں سے روگردانی کرتی ہیں تو وہ محکومی کی جانب بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ غیر ملکی سازشیں کامیاب ہوتی ہیں اور یوں غلامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اللہ کا اصل قانون ہے جس سے کسی بھی قوم، نسل اور ملک کو مفر نہیں ہے اور تاریخ عالم ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ کا مسلمانوں پر یہ خاص احسان و کرم ہے کہ ان کی کوتاہیوں اور ان کے حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے جب بھی قانون فطرت کی گرفت ہوئی اور مسلمان محکوم ہوئے تو اللہ کی رحمت نے محکومی کے دور میں مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا فرمائے جنہوں نے ان کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلائی بلکہ ان میں جہد و عمل کی ایسی روح پھونکی جس سے یہ چنگاری ایک شعلۂ جوالا بن گئی اور مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی سے اور اتحاد تنظیم اور یقین محکم نے غلامی کی زنجیر کو توڑ کر انہیں آزادی جیسی نعمت سے دوبارہ سرفراز کردیا۔

برصغیر پاک و ہند میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، ڈاکٹر انصاری، حکیم محمد اجمل خان، شاعر مشرق علامہ اقبال، محمد علی جناح، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے قوم میں آزادی کی تڑپ اور جذبۂ حریت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا اور یوں برصغیر کے مسلمانوں کو ایک صدی کی جدوجہد کے بعد آزادی نصیب ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کے ساتھ انگریزوں کی ان سازشوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا جو وہ برصغیر میں اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے رہے، ان سازشوں میں مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی سازش مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت تھا۔ اس خود کاشتہ پودے کو پروان چڑھانے میں برطانوی حکومت کی پوری مشینری مصروف عمل تھی۔ برصغیر کے مسلم زعماء نے اس کے خلاف بھرپور تحریک چلائی پنجاب میں اس فتنہ کا مقابلہ امیر سید شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جماعت مجلس احرار اسلام اور ان کے رفقاء نے بڑے بھرپور انداز میں کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفقاء کرام میں مفکر احرار چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمان، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا محمد گل شیر شہید، شیخ حسام الدین،

ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غوث ہزاروی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، صاحبزادہ سید فیض الحسن (آلو مہار شریف) آغا شورش کاشمیری اور جانباز مرزا کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ امیر شریعت کے ان جانثار ساتھیوں نے اپنی مستعار زندگی میں آزادیٔ وطن اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ہمارا موضوع تحریر ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ماسٹر تاج الدین انصاری جن کا وصال یکم مئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں ہوا۔ برصغیر پاک و ہند کے تاریخی و صنعتی شہر لدھیانہ میں ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔ جب ہوش سنبھالا تو اس وقت تحریک آزادی کٹھن مراحل سے گزر رہی تھی۔ غیر ملکی سامراج نے ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور عوام پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

جلیانوالہ باغ کا سانحہ جس میں نہتے عوام پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گئی تھی اس جور و ستم کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس دلخراش اور ظلم و سفاکی سے پر واقعہ نے برصغیر کے عوام میں انگریز حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا کردی تھی اور ان میں غیر ملکی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی خواہش اور وطن عزیز کی آزادی کی تڑپ پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔ ماسٹر صاحب مرحوم بھی اس سانحہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑا اور تحریک آزادی کے متوالوں میں شامل ہو گئے۔ یوں ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ ماسٹر صاحب گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ انہوں نے ہمیشہ عملی جدوجہد کو کامیابی کا زینہ قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے نوجوانوں کا ایک گروہ ساتھ لیا اور انبالہ جیل پر دھاوا بول دیا اور وہاں سے سیاسی قیدی چھڑا لائے۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ بعد میں مجلس احرار اسلام قائم ہوئی تو اس سے وابستہ ہو گئے اور تادم حیات اس جماعت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے۔ مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان سے قبل کئی تحریکیں چلائیں ان تحریکوں میں تحریک کشمیر، تحریک کپور تھلا، تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک بہاولپور وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تحریکوں میں ماسٹر صاحب نے نمایاں کردار ادا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ماسٹر صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاری کو بے پناہ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ انہی اوصاف کی بنا پر کئی مشکل ترین معاملات کی عقدہ کشائی انہیں سونپی گئی اور انہوں نے بارہا ایسے مواقع پر بہترین انتظامی اہلیت اور تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ماسٹر صاحب اپنی سوانح حیات میں جو سرگزشت کے نام سے فیصل آباد کے ماہنامہ لولاک میں قسط وار شائع کی جاتی رہی ہے۔ ایسے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ایک کانفرنس لاہور میں ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ حکومت پنجاب اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتی تھی چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق لاہور کے ایک آنریری مجسٹریٹ کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ کانفرنس میں بلا ٹکٹ شریک ہوں اور ٹکٹ پوچھنے پر تکرار کی جائے اور اس طرح وجہ فساد پیدا ہو جائے اور کانفرنس نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس پروگرام پر عمل کیا گیا۔ جب رضا کار ٹکٹوں کی چیکنگ کرتے ہوئے آنریری مجسٹریٹ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے سرکاری عہدہ کا رعب دیا اور تکرار شروع کر دی اس وقت مولانا ابو الکلام آزاد خطاب فرما رہے تھے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے مولانا سے مائیکروفون لیا اور اعلان کیا کہ کپتان تاج (تاج الدین انصاری) پنڈال میں جہاں کہیں بھی ہوں فوراً سٹیج پر تشریف لائیں۔ چنانچہ اعلان ہوتے ہی ماسٹر صاحب جو سالار کی وردی میں ملبوس تھے سٹیج پر آئے اور سلیوٹ کیا۔

مولانا نے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ معاملہ کو نپٹایا جائے۔ ماسٹر صاحب حکم ملتے ہی موقع پر پہنچے اور آنریری مجسٹریٹ صاحب سے یوں مخاطب ہوئے "محترم اس پنڈال کا سارا انتظام میرے ذمہ ہے۔ میں آپ کو صرف پانچ منٹ دیتا ہوں۔ آپ یا تو ٹکٹ شو کرائیں یا تشریف لے جائیں۔ ورنہ پانچ منٹ بعد جو ہوگا اس کا آپ تصور بھی نہیں کرسکتے اور جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری بھی آپ پر ہوگی" یہ جملہ مکمل ہوتے ہی ماسٹر صاحب نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھنی شروع کر دی۔ ابھی تین منٹ ہی گزرے تھے کہ آنریری مجسٹریٹ صاحب پنڈال سے چپ چاپ نکل گئے۔ مولانا آزاد اس کارکردگی سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ماسٹر صاحب کو میڈل سے نوازا اور فرمایا کہ اس قسم کے انتظامی صلاحیتوں کے نوجوان اگر ہمیں مل جائیں تو ہم بہت جلد وطن عزیز کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرواسکتے ہیں۔

آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان نے ماسٹر جی کی وفات پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا کہ وہ انتہائی زیرک اور تیور شناس انسان تھے، انسان کو پہلی نظر میں تاڑ لیتے کہ اس کا بل بوتا کیا ہے اور اس سے کس سطح پر کس نہج سے معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ دور کی باتیں چھوڑیئے تحریک تحفظ ختم نبوت میں جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ تاج الدین انصاری صوبہ میں پولیس کے سربراہ انور علی اور وزارت کے سرخیل ممتاز دولتانہ کو شیشہ میں اس طرح اتارتے رہے کہ آخر وقت تک وہ اندازہ نہ کرسکے کہ ان کے ہاتھوں کھلونا بن رہے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی جماعت کو نازک مرحلوں میں بچاتے رہے۔ رئیس الاحرار چودھری افضل حق مرحوم نے تاریخ احرار صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۵ میں ماسٹر جی کو ان لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "ماسٹر تاج الدین ہماری جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی ہیں وہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں کام کے لحاظ سے محنتی چیونٹی اور تدبر کے اعتبار سے دشمن کو تاروں میں الجھا کر مارنے والی مکڑی پایا ہے"۔ مجلس احرار نے ماسٹر صاحب کی انہی خوبیوں کی بناء پر انہیں قادیانیت کے مرکز قادیان میں اپنے وقت کا انچارج مقرر کیا تھا تاکہ مرزا کی جھوٹی نبوت کا پردہ چاک کیا جائے۔ جانباز مرزا نے اپنی کتاب کاروانِ احرار جلد دوم کے صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۲ پر قادیان میں ماسٹر صاحب کی سرگرمیوں کو قلمبند کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

ان دنوں ماسٹر تاج الدین انصاری قادیان میں دفتر احرار کے انچارج تھے۔ ملمع سازی کی اس دکان کو اجاڑنے اور پیتل کو سونے کے بھاؤ بیچنے والے ان سلی بازوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ماسٹر جی نے ایک منصوبہ بنایا۔ جس کے تحت قادیان کے ایک نوجوان محمد حنیف کو جو بھیک منگوں لڑکا تھا۔ تیار کیا اس کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کے بھائی شریف احمد کو جب وہ بازار میں نکلے تو سرعام پیٹ ڈالے اور موقع واردات سے فرار ہوجائے۔ باقی دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس سکیم پر عمل کرتے ہوئے محمد حنیف نے وقت کا جائزہ لیا کہ مذکورہ آدمی کب بازار میں نکلتا ہے۔ جب اسے گردوپیش کا اندازہ ہوگیا تو ایک دن حنیف ہاکی سے مسلح مرزائیوں کی مسجد اقصیٰ کے قریب کھڑا ہوگیا۔ اتنے میں "شریف احمد" سیاہ اچکن پہنے، سنہری کلاہ پر سفید پگڑی باندھے، سفید شلوار، پیٹنٹ کی سیاہ گرگابی اور ہاتھ میں چھڑی لے کر قادیان کے مین بازار میں تفریح کے لئے نکلا۔ ابھی وہ اپنی شاہی رفتار سنبھال ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی پر کھڑے محمد حنیف نے ہاکی شریف احمد کی دونوں ٹانگوں کے درمیان اڑا کر اسے ایسی پٹخنی دی کہ وہ منہ کے بل گرا اور پھر اوپر سے تین چار ہاکیاں اور رسید کردیں اور بھاگ نکلا۔

یہ سارا کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا کہ بازار کے لوگ اس انہونی کارروائی پر ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ آن کی آن میں یہ خبر قصر خلافت سے ہو کر قادیان میں پھیل گئی کہ احرار والوں نے "شعائر اللہ کی توہین کردی" (نعوذ باللہ) سارے

شہر میں کہرام مچ گیا۔ مرزائیوں کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی قریباً ایک صدی کا دام فریب جس کی طنابیں ابلیس نے تھام رکھی تھیں تار تار ہو کر بکھر گیا۔ عزت و احترام کا کاغذی پھول پاؤں تلے مسل دیا گیا۔ جھوٹی نبوت کے قصر خلافت کو ایک فقیر نے ایسا پتھر مارا کہ لات و ہبل کی بنیادیں ہل گئیں۔

اب ملزم کی تلاش شروع ہوئی۔ پولیس نے دفتر احرار کو اپنی تفتیش کا مرکز بنا کر مسٹر جی کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر ملزم کو ڈھونڈنا چاہا۔ مگر یہ تو بحر قلزم تھا۔ یہاں ان چھوٹی موٹی چیزوں کا اتہ پتہ کہاں مل سکتا تھا۔ قادیان سے باہر جانے والے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے۔ لیکن ہوائیں بھی ملزم کی بو سونگھنے میں ناکام رہیں۔ مرزائیوں کی اپنی سی آئی ڈی اور ضلعی انتظامیہ مسلسل تلاش کے بعد جب مایوس ہو چکیں تو رات کے پچھلے پہر محمد حنیف کو قادیان سے نکال کر صبح ہونے تک پٹھان کوٹ پہنچا دیا گیا اور عدالت سے اس کی ضمانت کرالی۔

اب محمد حنیف قانون کے حصار میں تھا۔ مرزائی اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ مگر دل ہی دل میں زہر کے گھونٹ پی رہے تھے۔ قادیان پہنچ کر کچھ رقم دی گئی جس سے وہ منڈی سے آموں کا ٹوکرا خرید لاتا اور مرزائی محلے میں فروخت کرتا۔ مرزائی عورتیں آم خریدنے کے بہانے حنیف کو دیکھتیں اور اس طرح آدھ گھنٹے کے اندر وہ آموں کا ٹوکرا فروخت کر کے دوسرا لے آتا۔ تمام دن یہی شغل رہتا۔ پہلے حنیف دن بھر بھیک مانگ کر مشکل سے پیٹ پالتا تھا۔ مگر اب وہ اچھا خاصا خوانچہ فروش بن گیا اور مزے سے روزی کمانے لگا کچھ دنوں تو یہ سلسلہ رہا آخر جمعہ کے روز بشیرالدین محمود نے اپنی تقریر میں کہا:

مرزائیو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم لوگ اس آدمی سے سودا خریدتے ہو۔ جس نے کل سر عام شعائر اللہ کی توہین کی تھی۔ اس پر مرزائی عورتیں حنیف سے آم تو نہ خریدتیں مگر چپکے سے دروازے کی اوٹ سے حنیف کو تاک لیتی تھیں۔ آخر دو ماہ مقدمہ چلنے کے بعد محمد حنیف کو چھ ماہ قید کی سزا ہو گئی۔ اس دوران مقامی جماعت احرار اس کے اہل خانہ کی مالی امداد کرتی رہی۔

عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں قادیانی حصار کو توڑنا تبلیغ اسلام کا بنیادی حصہ تھا۔ کفر کا یہ قلعہ برطانوی پناہ میں تھا۔ اس میں دراڑ ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ احرار نے ہر رخ سے اس پر یلغار اور حملہ مناسب سمجھا تاکہ یہ بت ٹوٹ جائے اور اس کی پرستش سے لوگوں کے ایمانوں کی حفاظت ہو سکے۔

سال رواں کے دم توڑنے والے دنوں کی بات ہے کہ مسٹر تاج الدین انصاری کی تجویز پر دینا نگر (ضلع گورداسپور) سے شیعہ رہنما مظفر علی شمسی کو قادیان بلوایا گیا تاکہ محرم کے دنوں میں مرزائیوں کو چڑانے کے لئے قادیان میں گھوڑا نکالنے کا اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ اندرون خانہ اس کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اس کے لئے آسمان کے کس کس کونے سے تارے توڑنے پڑے۔ سمندر کی کن گہرائیوں سے موتی نکالنے پڑے اور پہاڑوں کا سینہ چیر کر کیونکر راستہ ہموار کیا گیا۔ یہ راز سربستہ ہے۔ لیکن دسویں محرم کو قادیان کی تاریخ میں پہلا دن تھا۔ جب اس کے بازاروں سے گھوڑے کا جلوس گزر رہا تھا۔ اس کی رہنمائی مظفر علی شمسی کر رہے تھے۔

ماتم گساروں کے گرد پولیس کا حفاظتی حصار تھا، شہر کے ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے محلوں میں پانی کی سبیلیں لگائیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے اہل جلوس کی تواضع مٹھائی اور ٹھنڈے پانی سے کی۔ دن بھر شہر میں گھوم پھر کر گھوڑے کا جلوس نماز مغرب کے قریب امن اور سکون سے ختم ہو گیا۔ آغا شورش کاشمیری نے ماسٹر تاج الدین انصاری کے اس

تدبر کو یوں خراج پیش کیا۔

"پاکستان بنا تو ماسٹر جی آل پاکستان مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر ہو گئے۔ یہ ایک نازک وقت تھا۔ ان جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی ہی مجلس کو طوفانوں کی زد سے بچا سکتا تھا اور یہی ہوا ان کی بدولت مجلس احرار اسلام ایک نفس کی طرح پھر اپنے خاکستر سے زندہ ہو گئی۔"

ماسٹر تاج الدین انصاری نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور دوسرے احرار زعماء کے ساتھ بسر کیا۔ وہ مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ اور اس عہد کے دوسرے نامور لیڈروں کے ساتھ رہے۔

پچاس سال سیاسی زندگی میں فقر و استغناء کی تصویر بنے رہے۔ ان کے خیالات سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ وہ نظریات کے ایک خاص سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ لیکن اختلاف کی اس دنیا میں جو چیز ان کے لئے طرۂ امتیاز رہی وہ ان کی درویشی، حلم، فقر، راست بازی، سادگی اور مجلسی خدمت کا بے لوث سرمایہ ہے۔

ماسٹر جی کا انداز خطابت:

احرار نے بڑے بڑے آتش نفس اور آتش بیان مقرر پیدا کئے لیکن ماسٹر صاحب کا خطابت میں اپنا جداگانہ رنگ تھا۔ ان کا بیان اور لہجہ دھیما ہوتا مگر بات نہایت کٹیلی کرتے۔ دلیل اور منطق کے سہارے بات کو آگے بڑھاتے اور یوں سامعین کو اکائی میں بدل دیتے۔ آغا شورش کاشمیری تحریر کرتے ہیں کہ ان کی زبان میں آزار نہ تھا لیکن قومی معاملوں میں کسی سے رورعایت کے عادی نہ تھے۔ ان لوگوں کو اڑنگے پرلا کر پٹخنی دینا ان کا بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ جو ملک و ملت کے لئے نامور رہتے۔ خطابت کا آغاز آپ نے لدھیانہ کے ایک جلسہ میں کیا تھا جس میں انہیں ایک قرارداد کی تائید کرنا تھی۔ آپ نے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا اور قرارداد کی پرزور تائید فرمائی۔

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

تصنیف و تالیف:

مفکر احرار چودھری افضل حق لکھتے ہیں "وہ اہل تدبیر ہی نہیں بلکہ اہل قلم بھی ہیں" مجلس احرار نے اپنا پہلا اخبار روزنامہ مجاہد اگست ۱۹۳۴ء میں جاری کیا۔ ماسٹر تاج الدین انصاری اس کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے ان کے زیر ادارت مجاہد کی اشاعت دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد آپ روزنامہ آزاد اور ہفت روزہ سیرت کے ایڈیٹر رہے۔ ماسٹر جی نے سیاسی اور معاشرتی کاموں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا انہوں نے سرخ لکیر، تاریخ کپور تھلا، فسادات فرخ نگر، بیان صادق اور تحریک کشمیر جیسی شہرہ آفاق کتب کو قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجلس احرار اور دیگر سیاسی و معاشرتی مسائل پر بھی کتابچے اور پمفلٹ تحریر کئے، جو اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔

قومی خدمت:

ماسٹر تاج الدین انصاری کو قدرت نے بڑا دردمند دل عطاء کیا تھا۔ جب بھی عوام پر کوئی مصیبت پڑی وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لئے دیوانہ وار پہنچے، زلزلہ کوئٹہ، قحط بنگال اور برصغیر کی تقسیم کے موقع پر انہوں نے

مہاجروں کو بحفاظت پاکستان پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ "سرخ لکیر" میں تقسیم کے موقع پر مہاجرین کو پیش آمدہ مصائب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ماسٹر صاحب ۱۹۴۷ء میں آخری قافلے کے ساتھ پاکستان آئے اور مجلس احرار کے دفتر بیرون دہلی دروازہ کی بالائی منزل پر رہائش پذیر ہوئے اور یہیں یکم مئی ۱۹۷۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

قید و بند:

ماسٹر تاج الدین انصاری نے تحریک آزادیٔ وطن اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں انداً ۱۰ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش نہ آئی اور راس ابتلا کے دور میں عزم و ہمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان کے حالات زندگی کا مطالعہ ہمیں عملی جدوجہد، راست بازی اور ملک و ملت کی بے لوث خدمت کا درس دیتا ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے پر ماسٹر صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مجلس احرار خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر میدان سیاست کا شہسوار شطرنج سیاست کا بہترین کھلاڑی باطل پرستوں کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے پورا آگاہ ماسٹر تاج "ین انصاری جیسا راہنما عطاء فرمایا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان امیر شریعت نمبر صفحہ ۳۱۲)

ماسٹر جی کی باتیں:

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کو ذہن رسا، عقل سلیم اور بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ہر معاملہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس پر اپنی رائے دیتے اور یہ رائے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہمہ گیری اور جامعیت کو اجاگر کرتی چلی جاتی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں راقم الحروف نے بی اے کیا تو والد گرامی نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں ملکی سیاست میں حصہ لوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے محترم ماسٹر جی قبلہ سے رائے لی تو آپ نے فرمایا میرے بھائی میں پچاس سال سے زائد عرصہ سے ملکی سیاست میں ہوں، میری دور رس نگاہیں اور سیاسی بصیرت آئندہ کی ملکی سیاست کو جس طرح دیکھ رہی ہیں وہ موجودہ سیاست سے بہت مختلف ہو گی۔ اس وقت قومی لیڈر اپنی گرہ سے خرچ کر کے قوم کی خدمت کرتے ہیں، ملک و قوم کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔ لیکن آئندہ ایسا نہ ہو گا۔ سیاست نفع بخش صنعت کا درجہ لے گی، قومی خزانے کا بے دریغ استعمال اپنے ذاتی مفاد کے لئے ہو گا۔ قوم کا مال کھا کر بھی قوم کی خدمت نہ ہو گی بلکہ اپنا مفاد پیش نظر ہو گا۔ آج جب ہم ملکی حالات اور لیڈر ان قوم کو دیکھتے ہیں تو ماسٹر جی کی رائے سو فیصد صحیح ثابت ہوتی نظر آتی ہے۔ موجودہ دور میں جو شخص حلال کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی پرورش کرے گا وہ واقعی قابل ستائش اور قابل تقلید ہو گا۔

جمہوریت:

۱۹۵۸ء میں جب سیاست دانوں کی باہمی آویزش اور محلاتی سازشوں کی وجہ سے ملک میں جنرل محمد ایوب خان کو پہلا مکمل مارشل لاء لگانا پڑا تو ماسٹر جی کی رائے یہ تھی کہ اس ملک سے جمہوریت رخصت ہو گئی ہے۔ ہر چار پانچ سال بعد کوئی جرنیل اٹھا کرے گا اور اقتدار پر قابض ہو جائے گا۔ اسلام تو پہلے ہی غریب الوطن ہے۔ اس کا تو معاملہ ہی الگ ہے لیکن جو لوگ جمہوری نظام کے خواہاں ہیں وہ بھی جان لیں کہ جمہوریت کو اس ملک میں استحکام نصیب نہ ہو گا۔ ہمارے ملک کے حالات ماسٹر جی کی رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ خان اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور رہی اور مارشل لاء کم و بیش ۲۲ برس تک ملک پر مسلط رہا لیکن جمہوریت کو دوام نہ مل سکا۔ اس کی اصل وجہ ہمارے لیڈروں کی باہمی چپقلش کے علاوہ رواداری، اخوت اور بھائی چارہ کا فقدان ہے۔ ان میں بدقسمتی سے

ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں۔ اس طرز عمل نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے جب کہ اس سے فائدہ صرف ملک دشمن عناصر کو ہی ہوا ہے۔

قرآن و سنت نبوی

ایک نجی محفل میں فرمایا کہ "ہمارے بعض مذہبی رہنما میٹھا (حلوہ) کھانے کو سنت نبوی کی پیروی قرار دیتے ہیں۔ میرے بھائی اس سے کسے اختلاف ہے۔ ہم سے جس قدر ممکن ہو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مکمل ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو کام آسان نظر آئے وہ کر لیا جائے اور جو مشکل ہو اسے چھوڑ دیا جائے تو اسے سنت نبو کی پیروی ہر گز نہیں کہتے۔ جب بھی کی جائے سنت نبوی کی مکمل پیروی کی جائے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تو حلوہ کھانے سے پہلے حق و باطل کے معرکہ میں اپنے دندان مبارک بھی شہید کروائے اور اس کے بعد حلوہ کھایا۔ ماسٹر جی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن و سنت کے مکمل احکامات کی پیروی چاہتے تھے۔ کیونکہ قرآن و سنت نبوی ہی مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسی سلسلہ میں جانباز مرزا نے اپنی کتاب "کاروانِ احرار" صفحہ ۳۴۳ پر ماسٹر جی کے ایک خط بنام گاندھی کو نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔

صوبہ سرحد کے ایک کانگریسی لیڈر مسٹر مہر چند کھنہ نے گاندھی کو خط لکھا کہ آپ نے مجلس احرار کو سول نافرمانی کی اجازت دی۔ گاندھی جی نے اس کا کیا جواب دیا۔ تاریخ کے کسی گوشے میں یہ دستاویز دستیاب نہیں ہو سکی۔ البتہ مجلس احرار کے ڈکٹیٹر ماسٹر تاج الدین انصاری کا ایک خط ملا جس کے مطابق کانگریسی راہنما گاندھی کو حسب ذیل جواب دیا گیا۔

میں بحیثیت ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ آپ کو جواب دوں۔ احرار کے متعلق آپ کا نظریہ درست نہیں۔ مجلس احرار ایک مستقل جماعت ہے جو عدم تشدد کے اصولوں کی سختی سے پابند ہے لیکن اس حد تک جس حد تک اسلام اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری سوچ و فکر میں کوئی اندھیرا آ جاتا ہے تو ہم قرآن حکیم سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔ آپ میرے خط کا جواب دیتے ہیں یا کہ نہیں، اس کے لئے نہ تو میرے پاس فرصت ہے کہ جواب کا انتظار کروں اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے چونکہ غلط فہمی کا احتمال تھا اس لئے خط تحریر کرنا پڑا آداب عرض۔

آپ کا تاج الدین انصاری
ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند

۴۱-۳-۲

مندرجہ بالا خط سے واضح ہوتا ہے کہ ماسٹر جی کے نزدیک زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی ہمیں قرآن و سنت سے ہی حاصل ہوگی۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃً

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

(بہ شکریہ ماہنامہ الاحرار، لاہور جون ۱۹۹۹ء)

مسافرانِ آخرت

قاری محمد یوسف احرار کے ماموں حکیم مولانا عبدالمجید انتقال کر گئے۔

مجلس احرار اسلام لاہور کے ناظم، سابق ناظم دفتر ملتان اور ماہنامہ الاحرار لاہور کے مدیر معاون قاری محمد یوسف احرار کے ماموں حکیم مولانا عبدالمجید آف پروچڑان مورخہ ۲۶، محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳ مئی جمعرات کو لاہور میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم فاضل دیوبند تھے اور شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد اور مولانا اعزاز علی رحمھم اللہ جیسے اکابر کے شاگردوں میں ہونے کا شرف حاصل تھا۔ تکمیل دودرہ کے بعد اپنے آبائی گاؤں پروچڑاں ضلع رحیم یار خان میں حکمت کے پیشہ سے منسلک رہے۔ شعر و شاعری سے بھی خوب لگاؤ تھا۔ ان کے اشعار میں اللہ سے مناجات اور استغفار، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی رغبت کی جھلک زیادہ نمایاں تھی۔ نیز علماء حق اکابر دیوبند مولانا مدنیؒ۔ امیر شریعتؒ مولانا عبالحق (اکوڑہ خٹک) اور دیگر اکابر کی منقبت پر مشتمل طویل نظمیں انہوں نے کہیں جو مختلف مشہور جرائد میں چھپ چکی ہیں۔۔ کچھ عرصے سے علیل تھے۔ پنجاب انسٹیٹوٹ آف کارڈیالوجی ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھے۔ ان کی میت پروچڑان لے جائی گئی جہاں دوسرے روز جمعتہ المبارک کو بعد عصر نماز جنازہ اداء کی گئی۔ جنازہ میں علاقہ بھر کے علماء مشائخ، اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ سے قبل مولانا شفیق الرحمٰن درخواستی، حاجی مطیع الرحمٰن درخواستی اور مولانا عبدالکریم ندیم نے خطاب کیا اور مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کی نمازِ جنازہ ان کے بڑے بیٹے پروفیسر محمد طیب نے پڑھائی۔

مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری کی رحلت

معروف عالم دین مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری تقریباً سو برس کی عمر میں ۲۰، مئی ۱۹۹۹ء، بروز جمعرات طویل علالت کے بعد گجرات میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے سرپرست تھے۔ اور مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنا جداگانہ مؤقف رکھتے تھے۔ جو امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور حسنات قبول فرمائے (آمین)

جناب زیڈ اے سلہری مرحوم:

معروف صحافی اور دانشور جناب زیڈ اے سلہری گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ مرحوم کی زندگی کا سب سے روشن اور شاندار پہلو یہ ہے کہ قادیانی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ قادیان میں تربیت و تعلیم کا آغاز ہوا مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق و مہربانی سے دولت ایمان سے مالامال ہو گئے۔ انہوں نے اپنی والدہ کا جنازہ صرف اس لیے نہ پڑھا کہ وہ غیر مسلم (قادیانی) تھی۔ یہ ان کے اسلام اور

بقیہ ص ۵۰ پر

مولانا زاہد الراشدی

مجلس احرار اسلام کا نیا دفتر

۱۸/اپریل کو لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے نئے مرکزی دفتر کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت کا موقع ملا، یہ دفتر مجلس احرار اسلام نے وحدت روڈ پر نیو مسلم ٹاؤن کی حسین سٹریٹ میں خریدا ہے، دو کنال کے رقبہ پر مشتمل وسیع کوٹھی ہے اور اپنے محل وقوع کے لحاظ سے انتہائی موزوں ہے، اسی گلی میں مسجد عائشہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر بھی ہے اور دونوں کو ویگن کا کرم آباد سٹاپ قریب پڑتا ہے ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے احرار کا پرچم لہرا کر دفتر کا افتتاح کیا اور اس موقع پر ایک تقریب بھی ہوئی جس سے سر کردہ احرار رہنماؤں اور ان کے علاوہ مختلف دینی جماعتوں کے زعماء نے خطاب کیا جبکہ ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے احرار کارکنوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے دوران جب ترکی خلافت عثمانیہ کے خلاف یورپی حکومتوں کی سازشیں صاف طور پر نظر آنے لگیں اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے آثار نمودار ہوئے تو برصغیر پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، خلافت عثمانیہ نے کم و بیش پانچ سو سال تک عالم اسلام کی قیادت کی ہے اور حرمین شریفین مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے ساتھ ساتھ بیت المقدس کی پہرہ داری کا مقدس فریضہ سر انجام دیا ہے۔ مشرقی یورپ، جہاں آج بوسنیا کے بعد کوسوو کے مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور پیش بین نگاہیں اس کے بعد البانیہ کے مسلمانوں کا نمبر لگتا دیکھ رہی ہیں، اس خطہ میں صلیبی قوتوں کو صدیوں تک خلافت عثمانیہ کے ہاتھوں شرمناک ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا ہے یہی وجہ ہے کہ جب یہودیوں نے عالمی سطح پر طے شدہ پروگرام کے مطابق عثمانی خلیفہ سے فلسطین کی زمین کا کچھ حصہ مانگا تاکہ وہاں وہ اپنا مرکز قائم کر سکیں تو خلیفہ عثمانی نے یہودیوں کو زمین دینے سے انکار کر دیا اور کہا وہ یہودیوں کو فلسطین کی ایک انچ زمین دینے کے روادار بھی نہیں ہیں، اس پر یہودیوں نے پینترا بدلا اور صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں یورپی اقوام کی مسلسل شکستوں کے پس منظر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلافت عثمانیہ کے خلاف سازشوں کا بازار گرم کر دیا جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ بیک وقت عربوں اور ترکوں میں قوم پرستی کی تحریکیں کھڑی کر کے خلافت عثمانیہ کا تیا پانچہ کر دیا گیا، عرب ممالک میں ترکی کی خلافت عثمانیہ کے خلاف کام کرنے والے مختلف گروپوں کی پشت پناہی کی گئی، عرب قوم پرستی کے نام سے گروپوں کی پشت پناہی کی گئی، عرب قوم پرستی کے نام سے خطہ عرب سے ترک افواج کو باہر نکال کر چھوٹی چھوٹی نئی عرب حکومتیں قائم کی گئیں اور ان میں سے اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست نکال لی گئی جو آج پورے عالم اسلام کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

خلافت عثمانیہ کے خلاف یورپی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی سازشوں سے مضطرب ہو کر متحدہ ہندوستان میں تحریک آزادی کے قائدین نے تحریک خلافت شروع کی جس کی قیادت مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے ہاتھ میں تھی اس تحریک نے ترکی کی خلافت عثمانیہ کو بچانے میں تو کامیابی حاصل نہ کی البتہ اس جوش و خروش میں برصغیر کے مسلمانوں میں بیداری کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی اور تحریک آزادی کو جوش و جذبہ سے سرشار رہنماؤں اور کارکنوں کی ایک تازہ دم

کھیپ مل گئی۔

پنجاب میں تحریک خلافت کے سر کردہ رہنماؤں میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، چودھری افضل حق اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نمایاں تھے، استنبول میں خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور مصطفیٰ کمال اتا ترک نے آخری عثمانی خلیفہ کو جلاوطن کر کے خلافت کا باب بند کر دیا تو خلافت کے تحفظ کے لئے متحدہ ہندوستان میں چلائی جانے والی تحریک غیر موثر ہو گئی اس کے ساتھ ہی قومی سطح پر تحریک آزادی کے حوالے سے بعض مسائل پر مرکزی تحریک خلافت اور پنجاب کی تحریک خلافت میں اختلاف نمودار ہونے لگے اور پنجاب کی تحریک خلافت کے لیڈروں نے مرکز سے اپنا راستہ الگ کرتے ہوئے "مجلس احرار اسلام ہند" کے نام سے نیا پلیٹ فارم قائم کر لیا۔ احرار رہنما مکمل آزادی کے جذبہ سے سرشار تھے اور انہیں چودھری افضل حق کا دماغ، مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی کا جوش عمل اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی ساحرانہ خطابات میسر تھی اس لئے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہندوستان میں احرار کا طوطی بولنے لگا۔

میں احرار میں کبھی شامل نہیں رہا، میری ذہنی و فکری وابستگی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کی تحریک سے ہے جس کی نمائندگی جمعیتہ علماء ہند کرتی رہی ہے اور اب رسمی طور پر کسی حد تک جمعیتہ علماء اسلام کر رہی ہے البتہ تاریخ کے ایک طالب علم کے طور پر برصغیر کی تحریک آزادی میں "مجلس احرار اسلام" کے پر جوش کردار کا ہمیشہ معترف رہا ہوں اور تحریک آزادی میں احرار رہنماؤں کو چار باتوں کے کریڈٹ کا مستحق سمجھتا ہوں۔

۱۔ پورے برصغیر بالخصوص پنجاب میں عوامی سطح پر مسلمانوں کو آزادی کی تحریک کے لئے بیدار کرنا احرار رہنماؤں کا ہی کام تھا جنہوں نے اپنی ولولہ انگیز خطابت سے عام مسلمانوں میں آزادی کی خواہش کو ابھارا، انہیں سڑکوں پر لا کر فرنگی حکمرانوں کے خلاف صف آراء کر دیا اور آزادی خواہ راہنماؤں اور کارکنوں سے جیلیں بھر دیں۔

۲۔ انگریز حکمرانوں سے مراعات حاصل کرنے والے طبقوں مثلاً جاگیر داروں، نوابوں اور زمینداروں کے خلاف غریب اور کمزور طبقات میں بغاوت کے جراثیم کی پرورش کی اور انہیں آزادی کی جدوجہد کا حوصلہ بخشا۔

۳۔ آزادی کی جدوجہد میں نہ صرف مذہبی شعور کو اجاگر کیا بلکہ مختلف مذہبی مکاتب فکر کے سرکردہ رہنماؤں کو یکجا کر کے مشترکہ قیادت فراہم کی چنانچہ مجلس احرار اسلام کے اس دور میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری کے ساتھ مولانا سید محمد داؤد غزنوی، صاحبزادہ سید فیض الحسن اور مولانا مظہر علی اظہر صف اول کی قیادت میں دکھائی دیتے ہیں۔

۴۔ فرنگی حکمرانوں نے اس خطہ کے مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لئے قادیانی نبوت کا ڈھونگ رچایا تو اسے بے نقاب کرنے کے لئے اگرچہ علمی حلقوں میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے خاصا کام کر لیا تھا مگر عوامی سطح پر سازش کو ننگا کرنے کا سہرا احرار رہنماؤں کے سر ہے جنہوں نے برصغیر کے طول و عرض میں اس فتنہ کے خلاف عوامی نفرت کا طوفان کھڑا کر دیا۔

ایک دور وہ تھا جب پنجاب میں مجلس احرار اسلام سب سے بڑی سیاسی قوت شمار ہوتی تھی اور اگر احرار رہنما یونینسٹ حکومت کی طرف سے "مسجد شہید گنج" کے عنوان سے بچھائے گئے دام ہمرنگ زمین کا شکار نہ ہو جاتے تو جو تھے

عشرہ کے وسط میں ہونے والے انتخابات میں مجلس احرار اسلام پنجاب کی سب سے بڑی جماعت کے طور پر سامنے آتی مگر سر فضل حسین سے منسوب یہ جملہ ایک تاریخی حقیقت ثابت ہوا کہ "میں نے احرار کو مسجد شہید گنج کے ملبے میں دفن کر دیا ہے۔"

احرار کی تاریخ تحریکات کی تاریخ ہے اور تحریک کشمیر سے لے کر تحریک تحفظ ختم نبوت تک پر جوش عوامی تحریکات کا ایک لمبا سلسلہ ہے جس کے تمغوں سے مجلس احرار اسلام کا سینہ مزین ہے حتیٰ کہ احرار کارکنوں کے بارے میں ایک دور میں یہ کہا جاتا تھا کہ کسی احرار اکارکن کی جیب میں پانچ روپے ہوں تو وہ یہ سوچنے لگتا کہ کون سی ریاست کے نواب کے خلاف تحریک چلانی چاہیے۔

تحریک پاکستان میں مجلس احرار اسلام مخالف کیمپ میں تھی احرار رہنماؤں کا اپنا موقف تھا انہوں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی اور کھل کر کی لیکن جب پاکستان بن گیا تو لاہور میں جلسہ منعقد کر کے احرار قائدین نے کھلے بندوں اپنی شکست تسلیم کرنے کا اعلان کیا اور پھر خود کو پاکستان کے استحکام و سلامتی، اسلامی نظام کے نفاذ اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کر دیا۔

اس پس منظر میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے نئے مرکزی دفتر کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت کی دعوت ملی تو اسے قبول نہ کرنا میرے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ یہ دفتر بیرون دہلی دروازہ لاہور میں شاہ محمد غوث کے سامنے احرار کے پرانے دفتر کو فروخت کر کے اس کی رقم سے خریدا گیا ہے وہ پرانا دفتر اب کسی مارکیٹ میں تبدیل ہو جائے گا جہاں بیٹھ کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چوہدری افضل حق، مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، آغا شورش کاشمیری، مولانا غلام غوث ہزاروی، صاحبزادہ سید فیض الحسن، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا محمد علی جالندھری جیسے زعماء وطن عزیز کی آزادی کی تدبیریں سوچا کرتے تھے اور عوامی تحریکوں کے منصوبے بنایا کرتے تھے، زندہ قومیں ایسی جگہوں کو قومی یادگار کے طور پر محفوظ کر لیا کرتی ہیں مگر ہمیں ابھی "آزادی کی زندگی" ملی کہاں ہے کہ ایسی سوچیں ہمارے ذہنوں تک رسائی حاصل کر سکیں؟ بہر حال مجلس احرار اسلام کو اس نئے دفتر کی مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ احرار کا مستقبل اس کے شاندار ماضی کا آئینہ دار ثابت ہو (آمین ثم آمین)

بقیہ: ص ۴۷

ایمان کا بھرپور اظہار تھا۔ جناب سلہری کٹر مسلم لیگی تھے ان کے سیاسی خیالات سے اختلاف کے باوجود ان کی ایمانی کیفیات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

اراکینِ ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ قارئین نقیب سے درخواست ہے کہ وہ بھی تمام مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

محمد طاہر رزاق

مرزا قادیانی !ایک خاندانی غدار

انگریز غلام ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر "جھوٹی نبوت" کی کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا..... منصوبہ مکمل ہو چکا تھا...... صرف اس شخص کی تلاش تھی...... جسے نبی بنانا تھا..... اور اس سے دعویٰ نبوت کرانا تھا...... انگریز نے ہندوستان سے اپنے چند اہم غداروں کو بلایا...... ایک خفیہ میٹنگ ہوئی...... انگریز نے انہیں جھوٹی نبوت کے سارے منصوبے سے آگاہ کیا..... اور انہیں ترغیب دی کہ ان میں سے کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے..... یہ بات سن کر بڑے بڑے غدار کانپ اٹھے...... وہ فرنگی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے...... اور کہنے لگے:

"جناب ہم آپ کے غلام ہیں...... ہم ضمیر فروش ہیں...... ہم ملت فروش ہیں..... ہم غیرت فروش ہیں...... ہم نے اپنی دھرتی ماتا کا خون پیا ہے..... ہم نے اپنے وطن کے مجاہد کو غلامی کی یہ زنجیریں پہنائی ہیں...... اذیت ناک سزائیں دلوائی ہیں...... ہم نے آپ کو انتہائی سستے فوجی سپاہی بھرتی کے لیے دیے ہیں...... لیکن اس کام کی ہم میں ہمت نہیں...... اس کے تصور سے ہی ہم جیسے بے ضمیر بھی لرز لرز جاتے ہیں...... ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ختم نبوت پر اپنے غلیظ قدم نہیں رکھ سکتے..... ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج ختم نبوت کو نوچ نہیں سکتے...... ہم قرآن و حدیث پر تحریف کی قینچی نہیں چلا سکتے...... ہمیں معاف کر دیجیے..... یہ کہہ کر بڑے بڑے غدار انگریز کے قدموں پہ گر گئے۔

اس صورت حال میں ایک کریہہ الصورت اور کانا شخص سینہ تان کر کھڑا ہوتا ہے اور انگریز سے کہتا ہے کہ جناب میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ جہاں ان غداروں کی غداریوں کی انتہا ہوتی ہے، وہاں سے میری غداریوں کی ابتدا ہوتی ہے۔

اس کے بعد اس کریہہ الصورت شخص نے سر جھکائے غداروں کی طرف پلٹتے ہوئے پھنکار کر کہا" جناب انگریز صاحب" یہ سب غدار تو ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی نسلی غدار نہیں۔ جب کہ میں ایک پکا نسلی اور خاندانی غدار ہوں۔ مجھے غداری وراثت میں ملی ہے۔ غداری میرے خون میں شامل ہے۔ غداری میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے...... میرا سارا وجود غداری کی کمائی سے پلا ہوا ہے...... میرا باپ مرزا غلام مرتضیٰ ایک تاریخ ساز غدار تھا...... میرا بھائی مرزا غلام قادر غداروں کی پیشانی کا جھومر تھا...... ان کے مرنے کے بعد یہ خدمات اب میرے ذمے ہیں...... اور میں چوبیس گھنٹے آپ کے اشارہ ابرو پر حاضر ہوں"

محترم قارئین! آپ نے پہچانا...... یہ کریہہ الصورت اور کانا شخص کون تھا؟ یہ قمر غداراں، مرزا قادیانی تھا۔ مرزا قادیانی، اس کے باپ اور اس کے بھائی نے ملت اسلامیہ کے ساتھ کیا کیا غداریاں کیں۔ بطور نمونہ ثبوت پیش خدمت ہے:

"اور میرا باپ اس طرح خدمات میں مشغول رہا یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفر آخرت کا وقت آ گیا اور اگر ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سما نہ سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عند الضرورت خدمات بجا لاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریز نے اپنی

خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر وقت اپنی عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غم خواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیر خواہوں میں سے سمجھا۔'' (نور الحق، حصہ اوّل، ص ۲۸، مصنفہ مرزا قادیانی)

''پھر جب میرا باپ فوت ہو گیا، تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا جس کا نام مرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسے ہی اس کے شامل حال ہو گئیں جیسی کہ میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی'' (نور الحق، حصہ اوّل، ص ۲۸، مصنفہ مرزا قادیانی)

''میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار انگریزی میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی ''تاریخ رئیسان پنجاب'' میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکاری انگریز کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریز کی امداد میں دیئے تھے۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کی گزرگاہ پر خضداروں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا''

(کتاب البریہ، اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء، ص ۳، مصنفہ مرزا قادیانی)

''سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قبول کیا ہوا ہے کہ وہ خاندان اوّل درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔'' (مرزا قادیانی کی لیفٹیننٹ گورنر بہادر کے حضور درخواست مندرجہ تبلیغ رسالت، جلد ہفتم۔ ص ۸-۹-۱۱، مولفہ میر قاسم علی قادیانی)

''ہمارا جاں نثار خاندان سرکار دولت مدار (سلطنت انگلشیہ) کا خود کاشتہ پودا ہے۔ ہم نے سرکاری انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا''

(تبلیغ رسالت، جلد ہفتم مصنفہ مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کے باپ کے جہنم رسید ہونے پر پنجاب کے فنانشل کمشنر نے مرزا قادیانی کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کے پاس ۱۹ جون ۱۸۷۶ء کو جو مراسلہ بھیجا، اس میں تعزیتی کلمات کے بعد لکھا گیا مضمون پیش خدمت ہے۔:

"Ghulam Murtaza who was a great well wisher and faithful Chief of Government. In Consideration of your family services, I will esteem you with the same respect as that on your loyal father, I will keep in mind the restoration welfare of your family when a favourable opportunity occurs"

ترجمہ: ''مرزا غلام مرتضیٰ سرکار انگریز کا اچھا خیر خواہ اور وفادار رئیس تھا۔ آپ کے خاندان کی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم آپ کی بھی اسی طرح عزت کریں گے، جس طرح تمہارے وفادار باپ کی کی جاتی تھی۔ ہم کو اچھے موقع کے نکلنے پر

تمہارے خاندان کی بہتری اور بابجائی کا خیال رہے گا"

(المرقوم ۲۹ جنوری ۱۸۷۶ء کتاب البریہ، مصنفہ مرزا قادیانی)

"مرزا صاحب مشفقی مہربان دوستان مرزا غلام مرتضیٰ خاں صاحب رئیس قادیان، بصد شوق ملاقات واضح ہو کہ پچاس گھوڑے مع سوار ان زیر افسری مرزا غلام قادر برائے امداد سرکاری و سرکوبی مفسدان مرسلہ آن مشفق ملاحظہ سے گزرے۔ ہم اس ضروری امداد کا شکریہ ادا کر کے وعدہ کرتے ہیں کہ سرکار انگریزی آپ کی اس وفاداری اور جاں نثاری کو ہرگز فراموش نہ کرے گی۔ آن مشفق اس مراسلہ کو براہ اظہار خدمات سرکار اپنے پاس رکھیں تاکہ آئندہ افسران انگریزی کو آپ کے خاندان کی خدمات کا لحاظ رہے۔ فقط

(الراقم مسٹر جیمس نسبٹ (صاحب بہادر) ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

دستخط بحروف انگریزی ۱۸۵۷ء گورداسپور

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد مرتضیٰ صاحب حضرت صاحب کے والد ماجد تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے موقعہ پر اپنی گرہ سے پچاس گھوڑے اور ان کا سارا سازوسامان مہیا کر کے اور پچاس سوار اپنے عزیزوں اور دوستوں سے تیار کر کے سرکار کی امداد کے لئے پیش کئے تھے۔

از پیش گاہ (مسٹر جیمس نسبٹ (صاحب بہادر) ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور

دستخط بحروف انگریزی (مہر دفتر ڈپٹی کمشنر گورداسپور)

عزیز القدر مرزا غلام قادر ولد مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

بمقابلہ باغیاں ناعاقبت اندیش ۵۷۔ آں عزیز القدر نے بمقام میر تھل اور ترموں گھاٹ جو شجاعت اور وفاداری سرکار انگریزی کی طرف سے ہو کر ظاہر کی ہے، اس سے ہم اور افسران ملٹری بدل خوش ہیں۔ ضلع گورداسپور کے رئیسوں میں سے اس موقعہ پر آپ کے خاندان نے سب سے بڑھ کر وفاداری ظاہر کی ہے۔ آپ کے خاندان کی وفاداری کا سرکار انگریزی کے افسران کو ہمیشہ مشکوری کے ساتھ خیال رہے گا۔ یہ جلدو ئے اس وفاداری کے ہم اپنی طرف سے آں عزیز القدر کو یہ سند بطور خوشنودی مزاج عطا فرماتے ہیں۔

المرقوم یکم اگست ۱۸۵۷ء

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا غلام قادر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے جو حضرت صاحب سے چند سال بڑے تھے اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے۔

دستخط بحروف انگریزی جنرل نکلسن بہادر

تہور پناہ شجاعت دستگاہ مرزا قادر خلف مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان

"چونکہ آپ نے اور آپ کے خاندان نے بمقابلہ باغیان بد اندیش و مفسدان بدخواہ سرکار انگریزی غدر ۱۸۵۷ء میں بمقام ترموں گھاٹ میر تھل وغیرہ نہایت دلدہی اور جاں نثاری سے مدد دی ہے اور اپنے آپ کو سرکار انگریزی کا پورا

وفادار ثابت کیا ہے اور اپنے طور پر پچاس سوار معہ گھوڑوں کے بہی سرکار کی مدد اور مفسدوں کی سرکوبی کے واسطے امداد دیے ہیں۔ اس واسطے حضور ایں جناب کی طرف سے بنظر آپ کی وفاداری اور بہادری کے پروانہ ہذا اسنداً آپ کو دے کر لکھا جاتا ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھو۔ سرکار انگریزی اور اس کے افسران کو ہمیشہ آپ کی خدمت اور ان حقوق اور ان جاں نثاری پر جو آپ نے سرکار انگریز واسطے ظاہر کئے ہیں، احسن طور پر توجہ اور خیال رہے گا اور ہم بہی بعد سرکوبی و انتشار مفسدان آپ کے خاندان کی بہتری کے واسطے کوشش کریں گے اور ہم نے مسٹر نسبٹ صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کو بہی آپ کی خدمات کی طرف توجہ دلادی ہے۔ فقط

المرقوم اگست ۱۸۵۷ء

Mirza Ghulam Murtaza Khan

Chief of Qadn.

As you rendered great help in enlisting so wars and supplying horses to Government the Mutiny of 1857 and maintained loyalty since begining up-to-date and thereby gained the favour of the Government a Khilat worth Rs. 200/= is presented you in recognition of good services and as a reward for your loyalty.

Moreover in accordance with the wishes of Chief Commissioner as Conveyed in his NO.576, dated10th August, 1858, this parwana is addressed to you as a token of satisfaction of Government for your fidelity and rupute.

Financial Commissioner Punjab.

تہور و شجاعت دستگاہ مرزا غلام مرتضیٰ رئیس قادیان بعافیت باشندہ از آنجہ کہ ہنگام مفسدہ ہندوستان موقوعہ ۱۸۵۷ء از جانب آپ کے رفاقت و خیر خواہی و مدد دہی سرکار دولتمدار انگلشیہ در باب نگہداشت و بہم رسانی اسپان بخوبی منصہ ظہور پہنچی اور شروع مفسدے سے آج تک آپ بدل ہوا خواہ سرکار رہے۔ اور باعث خوشنودی سرکار ہوا۔ لہذا تعلق اس خیر خواہی اور خیر سگالی کے خلعت مبلغ دو صد روپیہ سرکار سے آپ کو عطا ہوتا ہے۔ اور حسب منشا چٹھی صاحب کمشنر بہادر نمبر ۵۷۶ مورخہ ۱۸۵۸ء پروانہ ہذا باظہار خوشنودی سرکار و نیکنامی وفاداری بنام آپ لکھا جاتا ہے۔

مرقومہ تاریخ ۲۰ ستمبر ۱۸۵۸ء۔

نقل مراسلہ

فنانشل کمشنر پنجاب مشفق مہربان

دوستان مرزا غلام قادر رئیس قادیان حفظ

مسلمانو! یہ خاندانی غدار...... یہ نسلی غدار...... آج بھی اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف پوری قوتوں سے مصروف ہیں اور یہ لوگ کلیدی اور حساس عہدوں پر بیٹھے ہوئے ہیں...... اور ملک کو تاریک گڑھوں کی طرف لے جارہے ہیں۔

مسلمانو! ہر قادیانی کا مذہبی عقیدہ ہے...... کہ پاکستان ٹوٹ جائے گا...... اکھنڈ بھارت بنے گا...... اس لئے ہر قادیانی پاکستان کا غدار ہے...... ہر قادیانی کا وجود پاکستان کے لئے خطرہ ہے...... جب تک پاکستان میں قادیانی موجود ہیں......

پاکستان کو استحکام نہیں مل سکتا......

پاکستان میں امن و سکون قائم نہیں ہو سکتا......

پاکستان میں فرقہ واریت کی جنگ ختم نہیں ہو سکتی......

پاکستان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا......

پاکستان میں دہشت گردی ختم نہیں ہو سکتی......

پاکستان بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے نہیں بچ سکتا......

کسی گاؤں کے کنوئیں میں کتا مر گیا...... لوگ گاؤں کے مولوی صاحب کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا...... مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ کنوئیں کا سارا پانی نکال دو...... لوگوں نے سارا پانی نکال دیا...... پانی نکالنے کے بعد لوگ دوبارہ مولوی صاحب کے پاس آئے...... اور انہیں بتایا...... ہم نے سارا پانی نکال دیا ہے...... اور کنوئیں میں جو نیا پانی آیا ہے ...... اس میں سے یہ پیالہ بھر کر آپ کے لئے لائے ہیں...... کہ سب سے پہلے آپ پانی پئیں اور اس کے بعد ہمیں پینے کی اجازت دیں...... مولوی صاحب نے پانی پینے کے لئے پیالہ منہ کے قریب کیا...... تو انہوں نے دیکھا...... کہ پیالے میں کتے کے بال تیر رہے ہیں...... مولوی صاحب نے پیالہ پرے رکھ دیا...... اور لوگوں سے پوچھا "کیا تم نے کنوئیں کا سارا پانی نہیں نکالا تھا؟

"سارا پانی نکال کر باہر پھینک دیا تھا؟" سب نے جواب دیا۔

"کتا کہاں پھینکا تھا" مولوی صاحب نے پوچھا۔

"کتا تو کنوئیں میں ہی پڑا ہے۔ کتے کے بارے میں تو آپ نے کچھ کہا ہی نہیں تھا" سادہ لوح لوگوں نے جواب دیا۔

مولوی صاحب ان کی اس سادہ لوحی پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئے......

عزیز مسلمانو! انگریز جاتے ہوئے پاکستان کے کنوئیں میں "قادیانیت" کا کتا پھینک گیا ہے جس سے پورے ملک کی آب و ہوا میں بدبو و تعفن پھیلا ہوا ہے...... ہم بار بار بدبو سے تنگ آ کر کنوئیں کا سارا پانی تو بار بار نکالتے ہیں...... لیکن قادیانیت کا کتا نہیں نکالتے...... ہم ہزار جتن کر لیں...... جب تک یہ کتا پاکستان کے کنوئیں سے نہیں نکلے گا...... پاکستان کی آب و ہوا کبھی صاف نہیں ہوگی......

آؤ مسلمانو! اپنے اتحاد کی قوت سے اس کتے کو کنوئیں سے نکال کر برطانیہ کی گود میں پھینک دیں...... تاکہ کتا اپنے مالک کے پاس واپس چلا جائے...... اور ہم کتے کی نجاست سے بچ جائیں......!!!

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

خادم حسین

ماہنامہ "الرشید" لاہور کی خصوصی اشاعت
"تبلیغی جماعت کی دینی جدوجہد"
مدیر: حافظ عبدالرشید ارشد
ضخامت: ۸۳۲ صفحات۔ قیمت: درج نہیں
ملنے کا پتہ مکتبہ رشیدیہ، ۲۵ لوئر مال، لاہور

ماہنامہ الرشید لاہور اور حضرت حافظ عبدالرشید ارشد مدظلہ دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دونوں میں گل و بلبل کا رشتہ ہے اور دونوں ایک دوسرے پر فدا ہیں۔ اس وقت ماہنامہ الرشید کی خصوصی اشاعت مارچ۔ اپریل ۱۹۹۸ء ہمارے پیش نظر ہے عنوان ہے "تبلیغی جماعت کی دینی جدوجہد۔ (خدمات) حضرت مولانا محمد الیاس۔ حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن رحمہم اللہ۔ گویا عنوان میں سب کچھ سمٹ آیا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۶ برس قبل ۱۳۴۴ھ میں سفر حج سے واپسی پر دعوت و تبلیغ کے جس عظیم الشان کام کا آغاز چند مخلصین کے ساتھ مل کر کیا تھا آج ۱۴۲۰ھ میں وہی کام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے بلکہ دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا ہے۔ یہ ان کے اخلاص وللہیت کی قبولیت ہی تو ہے۔ ان کی وفات کے بعد بالترتیب حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن رحمہم اللہ نے جس محبت و خلوص سے اس چراغ کو جلائے رکھا وہ ایک غیر معمولی کام ہے۔ ان حضرات کی محنت سے دنیا بھر کے لاکھوں مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی اور ان کی زندگیوں میں حیران کن تبدیلیاں رونما ہوئیں جو دعوت و تبلیغ اسلام کا یقینی ثمر ہے۔ پھر لاکھوں غیر مسلم اسلام کے دامنِ رحمت میں آئے اور جنت کے حقدار بن گئے۔

الرشید کی اس خصوصی اشاعت میں، دعوت و تبلیغ کی اہمیت، اکابر تبلیغ کی محنت، دعوت کے راستے کی مشکلات اور نصرت الٰہی کے بے شمار واقعات، اور اس کار عظیم کے نتائج و ثمرات تفصیلاً موجود ہیں۔ مولانا عبدالرشید ارشد، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا افتخار فریدی، ڈاکٹر محمد حسین للہی، مولانا محمد رابع ندوی، مولانا مرغوب احمد لاجپوری، مولانا تقی الدین ندوی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور دیگر نامور اہل قلم اور اہل علم کی تاریخی اور یادگار تحریریں شامل ہیں یہ اپنے موضوع پر ایک بھرپور اور قابلِ تحسین اشاعت ہے۔

ماہنامہ "نور علی نور" کا اجراء

پاکستان کی دینی صحافت میں مارچ ۱۹۹۹ء سے ایک نئے جریدے ماہنامہ "نور علی نور" کراچی کا اضافہ ہوا ہے۔ معروف لکھاری محترم عبدالرشید انصاری اس کے رئیس التحریر ہیں۔ مجلس ادارت میں جناب اقبال احمد صدیقی، مولانا مجاہد الحسینی، علامہ شاہ منصاح الدین شکیل اور قاری محمد مسلم غازی شامل ہیں۔

مارچ/اپریل ۱۹۹۹ء کے پہلے دونوں شمارے ہمارے پیش نظر ہیں۔ نہایت خوبصورت چار رنگا ٹائیل کے ساتھ نامور اہل قلم کی معیاری تحریریں اس میں شامل ہیں۔ عصری مسائل پر بہترین مواد پیش کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالرشید انصاری نے جس محنت اور خلوص کے ساتھ "نور علی نور" کو پیش کیا ہے اس پر وہ دینی حلقوں کی طرف سے بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ہم "نور علی نور" کو دینی صحافت کے قافلہ میں شمولیت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ سالانہ بدل اشتراک =/۱۲۰ روپے ہے فی شمارہ ۱۲ روپے قیمت ہے۔ جبکہ دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ

گرام کو صرف ۵۰ روپے میں سال بھر کے لیے رسالہ جاری کیا جائے گا۔

رابطہ و ترسیل زر کے لیے پتہ: مولانا عبدالرشید انصاری، مسجد عائشہ صدیقہ سیکٹر II-B نارتھ کراچی

صرف ابتدائی (اردو)

تالیف: مولانا عبدالرحمن ظفر

ناشر: جامعہ علوم اسلامیہ چک نمبر ۲۰۸ فیصل آباد

ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ بھوانہ بازار فیصل آباد

ضخامت: ۵۶ صفحات۔ قیمت: ۱۵ روپے

کسی بھی زبان کی تعلیم کے لیے اس کے قواعد و ضوابط (گرامر) کو کلیدی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مدارس دینیہ کا نصاب تعلیم عربی اور فارسی زبانوں میں ہے۔ ظاہر ہے اس کو سمجھنے اور سیکھنے کے لیے جب تک قواعد و ضوابط سے آشنائی نہ ہو تو بہت دشواری پیش آئے گی۔ "صرف" بھی گرامر کی کتاب ہے یہ فارسی زبان میں ہے اور بہاء الدین آملی شیعہ کی تصنیف ہے جو صرف بہائی کے نام سے معروف ہے۔

مولانا محمد عبدالرحمن ظفر اس موضوع کے حوالے سے معروف اور مستند سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے نہایت محنت سے ان قواعد و ضوابط کو اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔

طلباء کی آسانی کے لیے تمرین کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ مدارس عربیہ کی ابتدائی کلاسوں کے طلباء کے لئے بہترین کتاب ہے۔

طبی استفسارات

مرتب: حکیم محمد یسین زبدۃ الحکما

توضیح: حکیم محمد عارف دنیاپوری

ضخامت: ۱۶۰ صفحات قیمت: ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ: یسین دواخانہ ریلوے روڈ دنیاپور ضلع لودھراں

محترم حکیم محمد یسین حکیم انقلاب صابر ملتانی کے شاگرد رشید ہیں اور ان کے مفرد طریقہ علاج کے منادو مبلغ ہیں۔

ماہنامہ قانون مفرد اعضاء کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب اسی ماہنامے کی خاص اشاعت ہے جو فروری ۱۹۹۹ء میں منصہ شہود پر آئی ہے۔

حکیم صاحب کے بقول:

"اس کتاب میں قانون مفرد اعضاء کے تحت طب کے ہر موضوع پر سوالات کے جوابات مختصر اور جامع انداز میں دیئے گئے ہیں۔" یہ خالص علمی فنی تحقیقاتی کتاب ہے جس میں قانون مفرد اعضاء کے تحت ان سوالات کے جواب پیش کئے گئے ہیں جو قارئین نے ان سے پوچھے ہیں۔ ہر سوال کا جواب مختصر اور عام فہم زبان میں ہے، مرض، علامات تشخیص اور علاج اس میں موجود ہے۔

ایک عام شخص اس کے مطالعہ سے بڑی آسانی کے ساتھ تشخیص کے بعد اپنا علاج خود کر سکتا ہے۔

قادیان سے اسرائیل تک

(ابو مدثرہ) =/۶۰ روپے

بخاری اکیڈمی: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: ۰۶۱-۵۱۱۹۶۱

امیر احرار حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی علالت

امیر جماعت اسلامی جناب قاضی حسین احمد اور دیگر احباب کی عیادت

امیر احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم اپنی شدید علالت کی وجہ سے گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے لاہور میں مقیم ہیں۔ وہ ۱۱ اپریل کو ملتان سے لاہور تشریف لے گئے۔ اور ۲۸ اپریل کو انہیں شالامار ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ۱۲ مئی کو صحت بہتر ہونے کی بنا پر انہیں ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا۔

حضرت امیر مرکزیہ گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ چند روز کے معمولی افاقہ کے بعد ان کی صحت پھر بگڑ گئی۔ وہ آج کل ہومیو ڈاکٹر عبدالسلام شیخ صاحب کے زیر علاج ہیں اور دفتر احرار میں مقیم ہیں۔

مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب اور رہنما حضرت امیر مرکزیہ کی عیادت کے لئے تشریف لا رہے ہیں گزشتہ دنوں امیر جماعت اسلامی محترم قاضی حسین احمد اور مولانا عبدالمالک احباب جماعت کے ایک وفد کے ہمراہ عیادت کے لئے دفتر احرار تشریف لائے اور نصف گھنٹہ کی ملاقات میں مختلف مسائل پر گفتگو جاری رہی۔ انہوں نے حضرت شاہ جی کی صحت یابی کے لئے دعاء کی۔ حضرت شاہ جی نے محترم قاضی حسین احمد اور دیگر احباب کا شکریہ ادا کیا۔

ممتاز اہل حدیث محقق محترم محمد اسحٰق بھٹی، مدیر "الاعتصام" محترم حافظ احمد شاکر، محترم علیم ناصری، محترم پروفیسر محمد یحیٰی بھی عیادت کے لئے تشریف لائے اور تقریباً ایک گھنٹہ حضرت شاہ جی کی مجلس میں علم کے موتی بکھیرتے رہے۔

مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کے سابق ناظم محترم قاری عبدالحئی عابد مدظلہ ہسپتال میں بھی تقریباً روزانہ تشریف لاتے رہے اور بعد میں دفتر احرار بھی کئی مرتبہ تشریف لائے۔ حضرت قاری صاحب نے جس محبت اور خدمت کا اظہار فرمایا اس پر حضرت شاہ جی انہیں مسلسل دعائیں دیتے رہے۔

حضرت امیر احرار اس وقت مجلس احرار اسلام کی متاعِ عزیز ہیں اور خانوادہ امیر شریعت کے بزرگ ہیں۔ مجلس احرار اسلام ان کی مدبرانہ صلاحیتوں کی وجہ سے پھل پھول رہی ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔ انہوں نے اپنی جوانی مجلس احرار اسلام کی نذر کی۔ ان کی زندگی قربانی و ایثار اور کارکنوں سے محبت و شفقت سے عبارت ہے۔ مجلس احرار اسلام کے کارکنوں اور اپنے قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم کی شفایابی کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہم پر تادیر سلامت رکھے (آمین۔)

حضرت شاہ جی سے رابطہ کے لئے پتہ یہ ہے۔

دفتر مجلس احرار اسلام۔ 69/C حسین سٹریٹ،

وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور۔ فون 5865465 -042

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری کی مصروفیات

مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ ماہ ضلع وہاڑی اور چیچا وطنی کے مختلف مقامات کا دورہ مکمل کر کے مسجد احرار چناب نگر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ۱۰ ,مئی کو سلانوالی میں جناب قاری شفیق الرحمن کی دعوت پر ایک اجتماع سے خطاب فرمایا اور ۲۰ ,مئی کو جامع مسجد طوبیٰ گلبرگ فیصل آباد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ آج کل چناب نگر میں ہی مقیم ہیں۔ اور سیرت کانفرنس ۱۲ ، ربیع الاول کے انتظامات میں مشغول ہیں۔

مدیر نقیب ختم نبوت کی مصروفیات

ماہنامہ نقیب ختم نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری ۱۵ تا ۲۵ ,مئی دفتر احرار لاہور میں حضرت امیر احرار کی خدمت میں حاضر رہے۔

۱۶ ,مئی کو ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن کے اجلاس میں شرکت کی اور ۲۰ ,مئی کو حضرت مولانا قاری عبدالحیٔ عابد مدظلہ کے ہاں مدنی جامع مسجد لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

جون کے پہلے عشرہ میں دوبارہ دفتر احرار لاہور تشریف لے جائیں گے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ

مجاہد ختم نبوت اور عظیم مبلغ کی داستان حیات
جدوجہد اور خدمات قیمت =/۱۰۰

تالیف: مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ

مقدمہ:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ایک فکر انگیز خط

امریکہ کے ایک شہر میں شراب کی خرید و فروخت قانوناً جرم ہے۔

برادر عزیز کفیل بخاری صاحب! سلام مسنون عزیز طلحہ (کاشف گیلانی) کی معرفت آپ سے غائبانہ تعارف پر جس قدر فخر کروں وہ کم ہے۔

میں امریکہ میں ہوں۔ گرین کارڈ کی زندگی آٹھ نو مہینے کے بعد دو تین مہینوں کے لئے یہاں لے آتی ہے۔ یقین فرمائیے یہ گرین کارڈ جس کی دنیا آرزومند ہے میرے لئے گلے کی چھچھوندر بن گیا ہے نہ تھوکے بنتا ہے اور نہ نگلے۔ پوروں پر گن گن کے دن گزارنے پڑتے ہیں۔ یہاں کی ایک مسجد کے مولانا سے میں نے کہا کہ میرا یہاں دل بہت گھبراتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اچھا مسلمان ہوں اس لئے میرا جی یہاں نہیں لگتا ہے۔ واللہ اعلم؟

ویسے آپ کی اطلاع کے لئے بتاتا چلوں کہ "ٹائیلر" گلاب کے پھولوں کا ایک شہر ہے بہت وسیع و عریض شہر، جہاں بڑے بڑے فلاور گارڈن ہی نہیں بلکہ گھروں میں بھی گلاب کے پھول نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے رنگ برنگ کے گلاب۔ اس شہر کی ایک خوبی سن کر آپ دنگ رہ جائیں گے، یہاں شراب اور بیر دونوں چیزیں بیچنا سخت منع ہے۔ اگر کوئی بیچے تو اس کے اسٹور کا لائسنس ہی کینسل نہیں ہوگا بلکہ جیل بھی جانا پڑے گا اس شہر سے اسی میل کے فاصلے پر ایک اور شہر ہے جس کا نام Denton (ڈن ٹن) ہے وہاں ایک میل کے Radions میں دو یونیورسٹیاں ہیں۔ ایک یونیورسٹی صرف خواتین کی ہے۔ اس میں لڑکیاں پڑھتی ہیں اور صرف عورتیں پڑھاتی ہیں۔ امریکن سوسائٹی کے حوالے سے یہ تضاد فکر انگیز ہے۔

فقط

(سید حباب ترمذی)

ٹائلر، ٹیکساس امریکہ

اسلام اور مرزائیت

تالیف: حضرت مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمہ اللہ

ایک اہم کتاب جو ایک عرصہ سے نایاب تھی اسلام اور مرزائیت کا تقابلی مطالعہ

صفحات: ۵۶، قیمت ۲۰ روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ردِ مرزائیت میں اہم کتابیں

مسئلہ ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں
(مولانا محمد اسحٰق سندیلوی = ۲۵/ روپے

دعوت حق...... قادیانیوں کو دعوت اسلام
(علامہ محمد عبداللہ) = ۲۵/ روپے

تضادات مرزا قادیانی
(مولانا مشتاق احمد) = ۳۵ روپے

اسلام اور مرزائیت... تقابلی مطالعہ
(علامہ محمد عبداللہ) = ۱۵/ روپے

تائید آسمانی در ردِ نشان آسمانی
(مولانا محمد جعفر تھانیسری) = ۱۰/ روپے

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام کے زیر انتظام

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی کی باقاعدہ تعمیر کے لئے احباب تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

منجانب: انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) معرفت: دفتر احرار، جامع مسجد چیچاوطنی فون 0445-611657

کرنٹ: اکاؤنٹ نمبر 9-2324 نیشنل بینک جامع مسجد بازار چیچاوطنی

بنام مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی

باذوق قارئین
کے لئے نئی کتابیں

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمتہ اللہ علیہ

○ قافلۂ احرار کے عظیم فرد ○ تبلیغی و سیاسی خدمات ○ سفیر اسلام اور پاسبان ختم نبوت کے سوانح و افکار

○ تالیف: مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی ○ قیمت =/۱۵۰ روپے

کذبات مرزا

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک سو جھوٹ اور متعدد جھوٹی پیش گوئیاں ان کی اپنی کتب سے جمع کی گئی ہیں اور ساتھ ہی مختلف سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں تا کہ اس کے مطالعہ سے قارئین پر واضح ہو جائے کہ قادیانیت، مرزائیت جھوٹ پر مبنی ایک باطل فرقہ ضالہ ہے

از: مولانا محمد عبدالواحد مخدوم ○ قیمت =/۲۰۰

شہر سدوم

مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر تک قادیانیوں کے جنسی سکینڈلز، مرزا محمود..... مس روفو اور اطالوی حسینہ، قادیانیوں کا راجہ اندر، دریا کے کنارے، مقدسین قادیان کی سیہ کاریاں و خفیہ عیاشیاں، بدمعاشی سے مفاہمت: زکوٰۃ حسن کا استعمال، مخدرات میدان معصیت میں، عروسہ گیسٹ ہاؤس، قادیانی مذہب کی حقیقت، چشم کشا، ہوش ربا، سنسنی خیز، اندرونی کہانی، خود قادیانیوں کی زبانی، ایک ناقابل تردید تاریخی دستاویز، بہت سے اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن شفیق مرزا کے تیکھے اور حقیقت رقم قلم سے

صفحات: ۱۷۶ قیمت: ۱۰۰ روپے

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

نشر السنۃ کی انفرادیت

اچھا معیار اور سستے دام

نشر السنۃ کا مشن ○ اس کے نام سے واضح ہے

نشر السنۃ جس کی بنیاد ۱۹۷۹ء میں استاذ المحدثین حضرت مولانا **سلطان محمود** رحمۃ اللہ علیہ جلالپوری نے نایاب اور کمیاب کتب حدیث طلباء اور علماء تک انتہائی سستے داموں پہنچانے کے لئے رکھی تھی دس سالوں میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علوم حدیث کی آٹھ کتابیں

تحفۃ الاحوذی ○ عون المعبود ○ سنن الدارقطنی
سنن الدارمی ○ تقریب التہذیب ○ تہذیب التہذیب
السنن الکبریٰ للبیہقی ○ الصارم المسلول

پیش کر چکا ہے۔

ہم نے کافی عرصہ کے بعد نشر السنۃ کا دوبارہ احیاء کرتے ہوئے حدیث کی ضخیم ترین کتاب **کنز العمال** پیش کی ہے۔ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے

ہمارا آئندہ پروگرام یہ ہے کہ ہم آپ کے لئے ہر ماہ تقریباً ۶۰۰ صفحات پر مشتمل حدیث کی کسی کتاب کی کم از کم ۲ جلدیں پیش کیا کریں گے۔

اس کے لئے آپ نشر السنۃ کے بلا فیس رکن بنیں اور ہماری ہر کتاب چھپنے سے پہلے پیشگی رقم بھیج کر نصف قیمت پر حاصل کریں۔

> اگلی کتاب کا اعلان بہت جلد کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ
> ہماری ہر کتاب انشاء اللہ اسی طرح معیاری اور سستی ہوگی۔

محمد عبد المنعم
مدیر نشر السنۃ۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیری و علامہ محمد یوسف بنوری و مولانا بدر عالم میرٹھی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر حضرات کی یادگار مادر علمی کی مکمل و مستند نایاب

تاریخ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

جامعہ کے مکمل حالات، خدمات، تعمیرات، شخصیات و کردار کی حامل مکمل تاریخی دستاویز۔ اکابرین حضرات کی قلمی، تحریرات کا عکس اور مختلف شعبہ جات کی تصاویر۔ علماء، طلباء، اور تاریخ کا ذوق رکھنے والے حضرات کے لیے بالعموم اور مدارس کے اہتمام و انتظام سے منسلک حضرات کے لیے بالخصوص یک ایسی مفید تصنیف جس کے مطالعہ سے اکابرین کے اخلاص، توکل، اخلاق و کردار، درس و تدریس، امور مدارس میں کمال تقویٰ۔ اور اس جیسی بے شمار مفید معلومات سے مطلع ہو کر قاری عصر حاضر کے بے شمار مشکلات و فتن سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ عرصہ دراز سے نایابی کے بعد پاکستان میں پہلی بار اعلیٰ طباعت کے زیور سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ ایک ایسی تاریخی کتاب جس کے بغیر آپ کی لائبریری نامکمل ہے۔

خوبصورت جلد اعلیٰ طباعت قیمت =/180 روپے

شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ و علامہ بنوریؒ و سید سلیمان ندویؒ جیسے اکابرین کی دیرینہ خواہش کی تکمیل بصورت

اشرف التفاسیر

مع سبق الغایات فی نسق الآیات

تقدیم و ترتیب: شیخ اسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے جملہ خطبات و مواعظ، ملفوظات و تالیفات سے منتخب شدہ سینکڑوں الہامی تفسیری نکات کا مجموعہ، جس میں استنباط مسائل، توجیہات، فوائد و قیود کی دلنشین تشریح، رفع تعارض، حکم و اسرار کے علاوہ اشکالات جدید کا مسکت جواب اور اس جیسی کئی خوبیوں سے مزین چار جلدوں میں

مکمل سیٹ قیمت =/1200 روپے ــــــ علماء و طلباء کے لیے خاص رعایت

ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 540513 - 41501

اکیسویں سالانہ یک روزہ

سیرتِ خاتم الانبیاءؐ کانفرنس

جامع مسجد احرار چناب نگر

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا
خواجہ خان محمد دامت برکاتہم

۱۲
ربیع الاوّل
۱۴۲۰ھ

زیرِ صدارت
خطیب بنی ہاشم
ابنِ امیرِ شریعت
سید عطاء المحسن بخاری
امیر:
مجلس احرارِ اسلام پاکستان۔

پروگرام: بعد نماز فجر: درس قرآن کریم، تقاریر: ۱۰ بجے صبح تا ظہر
ملک و ملت کے اصحاب فکر و دانش، علماء اہل قلم، وکلاء اور طلباء خطاب کریں گے

جلوس

حسب سابق بعد نماز ظہر فدائین احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہو گا۔
دورانِ جلوس زعماء احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے۔

منجانب
تحریک تحفظ ختم نبوّت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ فون: چناب نگر 211523، ملتان: 511961 لاہور: 5865465
گوجرانوالہ: 214800، چیچاوطنی: 611657

أشرف الهداية شرح اردو هداية

۱—۲—۳ الجزء الاوّل

أشرف الهداية شرح اردو هداية

۴—۵—۶—۷ "زیر طبع" الجزء الثانی

أشرف الهداية شرح اردو هداية

۸—۹—۱۰—۱۱—۱۲ الجزء الثالث

أشرف الهداية شرح اردو هداية

۱۳—۱۴—۱۵—۱۶ الجزء الرّابع

مکتبہ شرکتِ علمیّہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 547309 544913